احادیثِ ہدایہ
کا
علمی جائزہ

{ حصہ اول }

جمع وترتیب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

تقسیم فی سبیل اللہ

ناشر

پیر جی سید عبدالمبین

محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸ مکان نمبر C/36 کالج روڈ گوجرانوالہ

نام کتاب	احادیثِ ہدایہ کا علمی جائزہ (حصہ اول)
مرتب	پیر جی سید مشتاق علی
صفحات	64
تعداد	100
طبع اول	جنوری 2025ء
قیمت	فی سبیل اللہ

ضروری اعلان:

ہم نے اس کتاب میں اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ کوئی غلطی نہ ہو۔مگر پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں۔ان شاءاللہ ضرور درست کردی جائے گی۔ہم قرآن وسنت کے خلاف کسی کی بات نہیں مانتے،اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت پر صحیح معنی میں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔آمین!!

احقر

پیر جی سید مشتاق علی

20-01-2025

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مرتب

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

محترم قارئین کرام آج کل بعض لوگوں نے فقہ حنفی کی کتاب ''ہدایہ'' کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔ کئی کتابیں اور رسالے اس موضوع پر انہوں نے شائع کیے ہیں۔ اس لیے ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کے شبہات کے ازالہ کے لیے قلم اٹھایا ہے اور اس رسالے سے پہلے بھی ''ہدایہ'' سے متعلق تین کتابیں ہم شائع کر چکے ہیں۔

(۱) ''آفتابِ محمدی بجواب شمع محمدی'' حصہ اول، حصہ دوم

اس کتاب میں ''ہدایہ'' کے ایسے 156 مسائل کی وضاحت کی گئی ہے، جن کے متعلق صاحبِ شمع محمدی (مولانا محمد جوناگڑھی) کا کہنا ہے کہ یہ مسائل حدیث کے صریحاً خلاف ہیں۔ ہم نے ثابت کیا ہے کہ ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں جو حدیث کے خلاف ہو۔ حصہ اول کے صفحات ۳۰۴ اور جلد دوم کے صفحات ۵۴۴، کل صفحات ۸۴۸

(۲) ''ہدایہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ''

یہ کتاب 20X26/8 سائز کے 480 صفحات پر مشتمل ہے۔ ان میں ''ہدایہ'' کے ایک سو (100) ایسے مسائل کا ذکر ہے، جن کے متعلق پیر بدیع الدینؒ شاہ راشدی کا کہنا ہے کہ یہ ''ہدایہ'' کے مسائل حدیث کے خلاف ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اپنی کتاب کا نام ''حدیث اور فقہ'' رکھا ہے۔ ہم نے اس کتاب میں ''حدیث اور فقہ'' کے تمام اعتراضوں کا جواب دیا ہے۔ اس کتاب کا پشتو زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

(۳)''ہدایہ کے ایک سو مسائل کی تحقیق''

یہ کتاب مولانا محمد جونا گڑھی کی کتاب ''ہدایتِ محمدی'' کا جواب ہے۔ صاحبِ ہدایتِ محمدی نے ہدایہ کے ایک سو مسائل پر اعتراضات کیے تھے۔ ہم نے مکمل اعتراض نقل کر کے جواب دیے ہیں۔

''ہدایہ'' کے یہ مسائل ان کے نزدیک گندے مسائل شمار ہوتے ہیں۔ شروع میں ''ہدایہ'' اور صاحبِ ہدایہ کا تعارف بھی بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے ۲۵۶ صفحات ہیں۔

(۴)''احادیثِ ہدایہ کا علمی جائزہ'' حصہ اول

بعض علماء نے صرف احادیثِ ہدایہ کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ہم نے اس کتاب میں ایسے اصول اور قواعد کا ذکر کیا ہے جس سے اس مسئلے پر کیے گئے تمام اعتراضات ختم ہو جاتے ہیں۔ اس حصہ میں مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ، مولانا سید امین الحقؒ، مولانا منصور علی خاںؒ مرادآبادی کے مضامین کو جمع کیا گیا ہے۔

(۵)''احادیثِ ہدایہ کا علمی جائزہ'' حصہ دوم

اس حصہ میں خواجہ قاسمؒ صاحب کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو انہوں نے ''ہدایہ'' پر کیے تھے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

سید مشتاق علی شاہ

01-01-2025

{باب اول}

اس باب میں ہم مناظر اسلام، حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مضمون شائع کر رہے ہیں جو انہوں نے احقر کے کہنے پر لکھ کر دیا تھا۔ احقر نے اس کو پہلے ''مجموعہ رسائل حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ'' مرتب: پیر جی سید مشتاق علی شاہ جلد دوم کے ص۲۰۱ تا۲۰۹ میں شائع کر دیا تھا۔ اب وہاں سے لے کر اس رسالہ میں لگایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک غلط فہمی کا ازالہ: فقہ حنفی کے مخالفین فقہ حنفی پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں ان میں سے ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حنفی ''ہدایہ'' کو قرآن کی طرح مانتے ہیں، اس کا تفصیلی جواب تو مقامِ ابی حنیفہؒ (مصنفہ مولانا سرفراز خان صفدرؒ) ص ۲۶۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔ ہم تو اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخالفین کو ہدایت نصیب فرمائے۔ کوئی حنفی کہلانے والا ہدایہ کے متعلق یہ نظریہ نہیں رکھتا۔ ہم صاحبِ ہدایہ کو معصوم نہیں مانتے وہ اپنے زمانہ کے ممتاز عالمِ دین تھے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے ''ہدایہ کے ایک سو مسائل کی تحقیق حصہ اول'' انہوں نے دینِ اسلام کی جو خدمت کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ان کی غلطیوں سے درگزر فرمائے۔ آمین

اس اصولی جواب کے ساتھ ساتھ ہم اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے کہ ایک محدث، مفسر، فقیہہ، ولی، مصنف جس نے دینِ اسلام کی ایسی خدمات سرانجام دیں کہ آج تک امت اُس سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ اس کو بلا وجہ بُرا بھلا کہا جائے، اس کی توہین کی جائے جیسے جونا گڑھی نے کیا ہے، درایتِ محمدی میں ہدایہ پر اعتراضات کے جواب میں مولانا محمد الیاس گھمن نے ایک اصول اپنی کتاب ''جی ہاں فقہ حنفی قرآن و حدیث کا نچوڑ ہے'' کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے، سمجھنے والوں کے لیے وہ کافی ہے۔ احادیثِ ہدایہ کے متعلق حضرت تھانویؒ کی ایک تحریر ہم یہاں نقل کرتے ہیں جس سے سب اشکال رفع ہو جاتے ہیں یہ تحریر اصل میں تصوف کی کتابوں میں جو احادیث ہیں ان کے متعلق ہے مگر فقہ کی کتابوں میں بھی یہ ہی اصول ہے۔ اس لیے ہم یہاں پر نقل کر رہے ہیں۔

قاضی سجاد حسین لکھتے ہیں:

حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے کلیدِ مثنوی میں فرمایا ہے کہ صوفیا اور بزرگوں کے کلام میں ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جو احادیث کی کتابوں میں نہیں ہیں اور محدثین کے نزدیک ان کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے تو ان بزرگوں کے اس فعل کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ جس طرح محدثین نے خواب کی حدیث کا اطلاق کر دیا ہے۔ اسی طرح ان بزرگوں نے اپنے کشف وغیرہ کی بناء پر ان کو احادیث کہہ دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان احادیث سے جو مقصد ہے وہ دوسرے شرعی دلائل سے ثابت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان احادیث کا غیر واقعی ہونا مقصد کے ثبوت کے لیے مضر نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ غیر حدیث کو حدیث کیوں کہہ دیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں پر حسنِ ظن غالب رہتا ہے جو کچھ سن لیتے ہیں یا لکھا ہوا دیکھ لیتے ہیں اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ ان کو نہ زیادہ چھان بین کی عادت ہوتی ہے نہ مہلت۔ (بحوالہ مقدمہ مثنوی مولوی معنوی مترجم جلد اول ص ۳۲۔۳۳) از مشتاق علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(از مولانا محمد امین اوکاڑویؒ)

درایت محمدی:

مولوی محمد جوناگڑھی نے دور برطانیہ میں ایک متعصب کینہ ور حاسد فرقہ کی بنیاد رکھی اور اپنے نام پر اس فرقہ کا نام محمدی فرقہ رکھا۔ اپنے اخبار کا نام محمدی رکھا اپنی کتابوں کے ساتھ محمدی کا لیبل لگایا اس کی کتابوں میں فقہاء کے خلاف جو بدزبانی ہے اس پر حدیث کلبہ اور **لعن آخر هذه الامة اولها** کی تصدیق ہوتی ہے۔ بدگمانی سے بدزبانی۔ حسد و تعصب کی فراوانی سے جب وہ گالیوں پر اترتا ہے تو **اذا خاصم فجر** کا سماں باندھ دیتا ہے جھوٹ بولتا ہے تو **اذا حدث کذب** پر عمل کرتا ہے حوالہ نقل کرتا ہے تو **اذا ائتمن خان** کو بالکل نہیں بھولتا۔ اور جب فقہ کے خلاف رائے زنی کرتا ہے تو **و لا یستحی فیه من الحلیم** کی تصدیق ہو جاتی ہے ان احادیث پر ان کا عمل ہے اس نے ہدایہ شریف کے خلاف قلم اٹھایا ہے اس میں وہی طرز اختیار کیا ہے جو پادری فانڈر نے قرآن پاک کے خلاف اور سوامی دیانند اور پرویزیوں نے حدیث کے خلاف اختیار کیا ہے۔

(۱) موضوع احادیث:

دلیل اول:

ہدایہ نا قابل اعتبار ہے کیونکہ اس میں بعض ایسی احادیث ہیں جن کو محدثین نے موضوع کہا ہے۔

جواب:

اگر بالفرض اس میں بعض احادیث ایسی ہوں بھی تو اس سے اس کے فقہی مسائل کا غلط ہونا کیسے لازم آیا کیونکہ صاحبِ ہدایہؒ نے از خود مسائل کا استنباط نہیں فرمایا، بلکہ مسائل مستنبطہ کے دلائل نقل کئے ہیں وہ مسائل صاحب ہدایہؒ سے پہلے بھی امت میں معمول بہا

تھے اس کو مثال سے سمجھئے۔

(۱) امام غزالی کی احیاء العلوم اسلام میں ایک مایہ ناز کتاب ہے اس کے مسائل تصوف اور فلسفی احکام اُمت میں معمول بہا ہیں لیکن اس میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جو موضوع ہیں علامہ عراقی کی تخریج ملاحظہ فرمالیں تاہم ان احادیث کی وجہ سے پوری کتاب کو کسی نے نا قابل اعتبار قرار نہیں دیا اور امت میں ایک بھی بے دین، حاسد، متعصب اور کینہ ور ایسا نہیں گزرا جس نے احیاء العلوم کے خلاف اس طرح بدگمانی اور بدزبانی کی ہو۔

یہی حال شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین کا ہے اس میں بھی موضوعات بہت ہیں (میزان ج۱ ص ۴۳۸) یہی حال فصوص الحکم، الفتوحات المکیہ وغیرہ کا ہے مگر فرقہ محمدی کا بانی محمد جوناگڑھی ان کتابوں خصوصاً غنیۃ الطالبین سے رات دن استدلال کرتا ہے اسی طرح تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر کشاف، زمخشری، تفسیر بیضاوی وغیرہ میں بھی ایسی احادیث موجود ہیں جن کے بارے میں محدثین نے نا قابل اعتبار ہونے کا حکم بیان کیا ہے لیکن ہمیشہ سے امت ان تفاسیر کے صحیح مضامین سے استدلال کرتی آ رہی ہے خود غیر مقلدین آیت و اذا قرئ القراٰن کی تفسیر میں صحابہؓ، تابعینؒ اور اجماعِ امت کے خلاف اسی تفسیر کبیر کے قول کی اندھا دھند تقلید کر رہے ہیں۔ الغرض ہدایہ کا اصل موضوع فقہ ہے۔ احیاء العلوم، غنیۃ الطالبین کا موضوع تصوف ہے تفسیر کبیر، تفسیر بیضاوی کا موضوع تفسیر ہے اگر موضوعِ فن کے اعتبار سے ان میں کوئی نقص ہو تو بھی اصل فن کے اعتبار سے کتاب میں کوئی نقص نہیں ہے۔ مثلاً دیکھئے امام بخاریؒ کے محدث ہونے میں شبہ نہیں مگر بعض الناس ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، امام صاحبؒ کے مذہب کے نقل کرنے یا اس کی تفصیل بیان کرنے میں آپ سے خطاء ہوگئی ہے اسی طرح آیت نقل کرنے میں غلطی اور بعض جگہ تاریخی واقعہ نقل کرنے میں تاریخی غلطی بھی آپ سے بخاری میں ہوگئی ہے تو کیا ان کی وجہ سے صحیح بخاری شریف کی صحیح احادیث کی صحت سے بھی انکار کر دیا جائے گا۔ تفصیل کے لئے

دیکھئے۔

(بیان الخطاء للبخاری، امام ابی حاتم رازی، تیسیر الباری شرح صحیح البخاری، علامہ وحید الزماں غیر مقلد)

۲۔ یہ کتابیں تو دوسرے فن (یعنی فقہ) سے متعلق ہیں خود محدثین جن کی عمریں اس فن میں صرف ہوئی ہیں ان سے بھی ایسے مسامحات ہوئے ہیں۔ سہو ونسیان سے کون بچ سکتا ہے فضیتی آدم نیست زریہ (بخاری) بعض محدثین نے بعض صحیح احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے دیکھو موضوعاتِ ابن جوزی، بعض نے موضوعات کو صحیح کہہ دیا، تعقباتِ سیوطی، وہم و نسیان سے کون بچا ہے۔ دیکھو میزان الاعتدال، ترجمہ علی بن عبداللہ المدینی۔

ا۔ سنن ابن ماجہ:

امام ابن ماجہ الحافظ الکبیر، ثقہ متفق علیہ مجتمع معرفتہ وحفظ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۸۹)

سنن ابی عبداللہ کتاب حسن لو لا ما کدرہ احادیث واھیتہ

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۸۹)

علامہ ذہبی تاریخ الاسلام میں فرماتے ہیں انما غمن رتبة سننه ما فی الکتاب من المناکیر وقلیل من الموضوعات (غیث الغمام ج ا ص ۵۶)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں وفی الجملة ففیه احادیث کثیرة منکرة۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۳۱)

امام ابو الحجاج مزی شافعی فرماتے ہیں کل ما انفرد به ابن ماجه فهو ضعیف یعنی بذالک ما انفرد به من الحدیث عن الأئمة الخمسة۔ (تہذیب)

امام سیوطی فرماتے ہیں فانه تفرد باخراج احادیث عن رجال متهمین بالکذب وسرقة الأحادیث (زہرابی ص ۸)

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد فرماتے ہیں ولم یثبت حدیث فی فضل قزوین منکر بل موضوع ولهذا طعنوا فیه وفی کتابه (الحطه ص ۱۱۰)

ابن الجوزی نے اس کی ۱۱۳۴ احادیث کو موضوع کہا ہے۔ (موضوعات ابن الجوزی)

۲۔ مستدرک حاکم:

امام ابو عبداللہ الحاکم الحافظ الکبیر امام المحدثین، امام اھل الحدیث فی عصرہ العارف بہ حق معرفتہ (تذکرہ ج ۳ ص ۲۳۱)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: **ولا ریب ان فی المستدرک احادیث کثیرۃ لیست علی شرط الصحۃ بل فیہ احادیث موضوعۃ شان المستدرک باخراجھا فیہ** (تذکرۃ الحفاظ)

حافظ ذہبی ہی کا ارشاد ہے مستدرک کی ایک چوتھائی حدیثیں موضوعات اور واہیات کے قبیل سے ہیں (بستان المحدثین ص ۴۳) حالانکہ امام حاکم کا دعویٰ یہ ہے **اجمع کتابا یشتمل علی الاحادیث المرویہ باسانید یحتج محمد بن اسماعیل و مسلم بن الحجاج بمثلھا** اور فرمایا **وانا استعین اللہ علی اخراج احادیث رواتھا ثقات قد احتج بمثلھا الشیخان او احدھما**۔ (مستدرک ج ۱ ص ۳)

شوکانی غیر مقلد الفوائد الجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں لکھتے ہیں **قال الحاکم ھذا حدیث الاسناد۔۔۔الخ** (بحوالہ نور الصباح ص ۱۱۳)

فرقہ محمدی کا بانی محمد جونا گڑھی رات دن ابن ماجہ اور حاکم سے استدلال کرتا ہے لیکن اس نے نہ ابن ماجہ کے خلاف کوئی کتاب لکھی ہے نہ مستدرک حاکم کے خلاف۔ علامہ ذہبی کی جرح دیکھو مستدرک ج ۱ ص ۲۳۴، ج ۱ ص ۲۱۷، ج ۳ ص ۶۰، ج ۳ ص ۱۲۹، ج ۳ ص ۱۶۰، ابن حجر نے بھی تصریح کی ہے کہ حاکم کی تصنیفات ضعیف اور موضوع احادیث پر مشتمل ہیں۔

(غیث الغمام ص ۵۶)

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے مستدرک حاکم کو طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے اور

اس طبقہ کا حال یوں لکھا ہے کہ اس میں موضوع حدیثیں پائی جاتی ہیں اور اس طبقہ کی اکثر حدیثیں فقہاء کے نزدیک قابل عمل نہیں ہیں، بلکہ ان کے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع ہو گیا ہے۔ (عجالہ نافعہ ص ۷)

۳۔ سنن الدارقطنی:

ذہبیؒ فرماتے ہیں **الامام شیخ الاسلام حافظ الزمان**، حافظ ابوطیب فرماتے ہیں **امیر المؤمنین فی الحدیث** خطیب بغدادی فرماتے ہیں وہ زمانہ میں فرد اور امام وقت تھے حدیث اور اس کی علتوں کی معرفت ان پر ختم ہو گئی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۸۶)

لیکن ان کی سنن منکرات سے پُر ہے، خود مولوی شمس الحق ڈیانوی غیر مقلد نے اس کے حاشیہ التعلیق المغنی میں جابجا اس کو بیان کیا ہے۔ (۱) اس کی سند میں خالد بن ایاس موضوع روایات بیان کرتا تھا ج ۸ ص ۱۱۵، موضوع حدیثیں بیان کرتا ہے عیسیٰ بن عبداللہ ص ۱۱۴، عمرو بن شمر کثیر الموضوعات، اب سوال یہ ہے کہ دارقطنی نے ایسے کذاب اور وضاع راویوں کی حدیثیں کیوں بیان کیں؟ کیا وہ ان کے جھوٹے ہونے سے ناواقف تھے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو ان کی علمیت کو بٹہ لگتا ہے اور اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو **من روی عنی حدیثا یری انه کذب فهو احد الکاذبین او کما قال** (مسلم ص......) یہ کتاب بھی طبقہ ثالثہ کی ہے۔

۴۔ بیہقی:

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں **الامام الحافظ العلامه شیخ خراسان** (تذکرہ ج ۳ ص ۳۰۹) امام ابن تیمیہؒ نے صراحۃً لکھا ہے کہ ان کی تصنیفات میں موضوع حدیثیں ہیں۔

(غیث الغمام ص ۵۶)

علامہ ابن قیم نے سنن بیہقی سے چند حدیثیں نقل کر کے لکھا ہے **فانها کلها آثار باطلة**

موضوعة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۹۶) یہ بھی طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے یہی حال خطیب وابونعیم اصفہانی وغیرہ کی کتابوں کا ہے۔

۵۔ابن الجوزی:

علامہ سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں ربما ادرج ابن الجوزی فی الموضوعات الحسن والصحیح مما ھو فی احد الصحیحین۔

(اجوبہ فاضلہ ص ۵۲)

۶۔امام ابن تیمیہؒ:

امام ابن تیمیہ حنبلیؒ کے بارہ میں بھی لکھا ہے فانہ جعل بعض الاحادیث الحسنة مکذوبة وکثیرًا منا الاخبار الغنیة موضوعة۔ (اجوبہ فاضلہ ص ۵۳)

ابن تیمیہ کی اس عادت کا ذکر ابن حجر نے الدر الکامنہ اور لسان المیزان میں بھی ذکر کیا ہے۔

امید ہے کہ غیر مقلدین اب حقیقۃ المحدثین اور روایت محمدی کے نام سے کتابیں شائع کر کے کتب حدیث کی عیب گیری کریں گے۔

۷۔صاحبِ مشکوٰۃ:

(۱) مشکوٰۃ ج ۱ ص ۸۸ پر بحوالہ مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد بصوتہ الاعلی لا الٰہ الخ پڑھتے تھے جب کہ (مسلم ج ۱ ص ۲۱۸) پر یہ الفاظ نہیں ہیں

(۲) (ج ۲ ص ۵۴۴ معجزات) استقبلہ داعی امراتہ بحوالہ ابو داؤد۔

بیہقی حالانکہ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۷، السنن الکبری ج ۲ ص ۹۷ پر داعی امراۃٍ ہے۔

(۳) باب النھی عنھا من البیوع حدیث ابن عمر کے متعلق لکھتے ہیں لو احدہ فی الصحیحین حالانکہ بخاری ج ۱ ص ۲۸۹، مسلم ج ۲ ص ۵ پر یہ حدیث موجود ہے اس لئے عطاء نے لکھا ہے کہ صاحب مشکوٰۃ کی تحقیق کمزور ہے۔

(۴) باب الصداق ص ۲۷۷ پر عبد اللہ بن جحش لکھا ہے حالانکہ صحیح عبید اللہ بن جحش ہے۔

(ابوداؤد ص......)

(۵) مشکوٰۃ ص ۳۸۹ پر ایک حدیث ہے عن عبد اللہ بن عمر حالانکہ صحیح نام عمرو ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد میں ہے۔

(۶) مشکوٰۃ باب القتال فی الجہاد میں **عن ثوبان بن یزید** ہے حالانکہ صحیح ثور بن یزید ہے۔ (ترمذی) کیونکہ ثوبان بن یزید نامی کوئی صحابی نہیں ہے۔ مشکوٰۃ ص ۳۵۰ فصل ثانی میں عن یزید بن خالد ہے حالانکہ صحیح زید بن خالد ہے کیونکہ یزید بن خالد کوئی صحابی نہیں۔ (صاحبِ مشکوٰۃ کی اس طرح کی سو (۱۰۰) غلطیاں بعض علما نے نکالی ہیں۔

۸۔ التعلیقات:

محدثین بعض اوقات اپنی کتابوں میں تعلیقات ذکر کرتے ہیں جیسے موطا کی بلاغات، بخاری کی تعلیقات، ترمذی کے فی الباب، ان میں بعض کی سندیں تو دوسری کتب میں مل جاتی ہیں اور بعض کے متعلق محدثین **ما وجدنا** کہہ دیتے ہیں منکرین حدیث بھی شاید ان تعلیقات پر افتراء اور باطل طوفان وغیرہ کا عنوان نہیں دیتے مگر محمدی فرقے کے بانی محمد جونا گڑھی صاحب نے ہدایہ کی تعلیقات پر لاپتہ، باطل، افتراء، جھوٹ کے عنوانات دیے ہیں حالانکہ اس دعویٰ پر اس کا فرض تھا کہ عقلی نقلی دلائل پیش کرتا مگر وہ اپنے فرض کو بالکل نباہ نہیں سکا اگر **ما وجدنا** سے باطل طوفان کا مفہوم نکلتا ہے تو وہی ابن حجر بخاری کی بعض تعلیقات پر **ما وجدنا** کہتے ہیں اور ترمذی کے فی الباب پر بھی یہی عنوان دے گا؟ کیا انہوں نے بخاری، ترمذی، موطا کے بارہ میں بھی کوئی کتاب شائع کی ہے۔ اصول حدیث میں تعلیقات اور موضوعات کی تعریفیں اور احکام الگ الگ ہیں تعلیق کی تعریف مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۲ میں ان الفاظ میں لکھی ہے **التعلیق وجدته مستعملاً فیما حذف من مبتدأ اسناده**

واحد فاکثر حتی ان بعضھم استعملہ فی حذف کل الاسناد اورص ۳۳ پر ہے کہ محدثین اس سے استشہاد کرتے ہیں۔

۹۔ادراج:

مقدمہ ابن الصلاح ص ۴۵،بعض اوقات محدث حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت میں کوئی جملہ کہتا ہے شاگرد اس کو بھی کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر اکٹھا بیان کر دیتا ہے اس کو ادراج کہتے ہیں کبھی ادراج کی صورت یہ ہوتی ہے کہ محدث ایک سند سے حدیث بیان کرتا ہے لیکن دوسری سند سے کوئی لفظ زیادہ ہوتا ہے تو محدث دوسری سند بیان کئے بغیر وہ لفظ ساتھ ملا دیتا ہے محدثین اس کو ادراج کہتے ہیں مگر جونا گڑھی اس کو درایت محمدی ص ۱۰ پر حدیثوں میں زیادتی کا عنوان دیا ہے اور اس کی ۲۴ مثالیں ص ۱۸ تک پیش کی ہیں محدثین میں تو یہ اتنا عام ہے کہ خطیب بغدادی نے ایک ضخیم کتاب جمع فرمائی ہے **الفصل للوصل المدرج فی النقل** (مقدمہ ابن الصلاح ص ۴۷ دیکھئے) محمد جونا گڑھی یہاں کیا کہتا ہے؟

درایت محمدی:

۱۹۲۷ء میں پہلی دفعہ یہ رسالہ شائع ہوا حضرت مولانا عبدالجبار صاحب ابوہری نے فوراً بذریعہ اخبار العدل، ۱۷ستمبر ۱۹۲۷ء ص ۱۰ کالم نمبر ۱ محمد جونا گڑھی کو لکھا کہ ہدایہ کی غلطیاں نکالنا تو بڑی بات ہے مولوی محمد صاحب کو سرے سے ہدایہ آتا ہی نہیں اور انہوں نے کسی سمجھدار عالم سے ہدایہ خود پڑھا ہی نہیں اور نہ ہی سمجھا ہے اگر ان میں ہدایہ سمجھنے اور سمجھانے کی قابلیت ہے تو میں ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتا ہوں کہ وہ ایک مشترکہ مجلس میں بیٹھ کر جس میں کم از کم دو عالم غیر مقلد ہوں اور دو عالم حنفی ہدایہ کا ایک سبق پڑھا دیں یا جہاں سے ہم کہیں کم از کم ایک ورق کا مطلب بیان کر دیں۔

نوٹ: جہاں تک ہمیں علم ہے جونا گڑھی نے آپ کا یہ مشورہ قبول نہیں کیا تھا۔

{باب دوم}

اس باب میں ہم ان اعتراضات کے جوابات عرض کریں گے جو مولانا اشرف سندھو غیر مقلد نے اپنی کتاب نتائج التقلید میں ہدایہ کی احادیث پر کیے تھے۔ ان کے جوابات اسی زمانہ میں مولانا سید امین الحق صاحب خطیب جامع مسجد شیخو پورہ متوطن طورو، ضلع مردان نے اپنی کتاب **"السهم الحديد فى نحر العنيد بجواب فى نتائج التقليد"** میں دیے تھے۔ ہم وہاں سے ترمیم اور اضافے کے ساتھ یہاں پر نقل کر رہے ہیں۔

از سید مشتاق علی شاہ

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب

حضرت مولانا سید امین الحق صاحبؒ ''السہم الحدید'' کے صفحہ ۲۱۵ میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ان کے شاگردوں امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کی کتابوں میں محفوظ اور متداول ہے اور انہیں حضرات کی کتابوں پر مذہب حنفی کی بنیاد ہے اور علماء حنفیہ نے ان کتابوں سے مذہب حنفی کی شرح اور توضیح کی ہے۔ اور مذہب حنفی کے لئے ان حضرات کی کتابوں پر حنفی علماء نے اعتماد کیا ہے۔ اور انہیں سے استفادہ کیا ہے اور فیض یاب ہوئے ہیں اور انہیں حضرات کی کتابوں سے امام ابوحنیفہؒ کا مذہب روایت کیا جاتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی کتابیں یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الآثار۔ امام ابوحنیفہؒ سے مروی احادیث و آثار کا مجموعہ مطبوعہ ہے عربی اردو دونوں مل جاتے ہیں۔ (۲) مسند ابی حنیفہؒ۔ امام ابوحنیفہؒ سے مروی احادیث اس کا ذکر جامع المسانید للخوارزمی میں ہے۔ (۳) اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ مطبوعہ ہے۔ (۴) کتاب الرد علی سیر الاوزاعی مطبوعہ ہے۔ (۵) کتاب الخراج مطبوعہ ہے اردو ترجمہ بھی مل جاتا ہے۔ (۶) کتاب المخارج والحیل (۷) امالی الامام ابی یوسف (اس کو املاء ابو یوسفؒ بھی کہتے ہیں) یہ ۳۰۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔ (بحوالہ مفید المفتی ص ۱۵۷) (۸) کتاب اختلاف علماء الامصار (۹) کتاب الرد علی مالک بن انس (۱۰) کتاب الجوامع یہ چالیس کتابوں پر مشتمل ہے۔ (۱۱) کتاب الذکر والدعاء (۱۲) ادب القاضی

اور امام محمدؒ کی کتابیں یہ ہیں:

(۱) جامع صغیر (۲) جامع کبیر

(۳) مبسوط ۸ جلدیں جو اصل کے نام سے مشہور ہے۔ امام محمدؒ کی تصنیفات میں یہ سب سے بڑی کتاب ہے۔ اس کتاب میں امام محمدؒ نے ہزاروں قسم کے مسائل کو جمع کیا ہے۔ جن کے جوابات امام ابوحنیفہؒ نے مستنبط کیے ہیں اور ان میں بعض ایسے مسائل بھی ہیں جن میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے۔

(۴) سیر الصغیر جس میں کتاب الجہاد کے مسائل ہیں۔

(۵) سیر الکبیر (۶) زیادات

یہ چھ کتابیں ظاہر الروایۃ کہلاتی ہیں ان چھ کے علاوہ بھی امام محمدؒ کی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

(۱) کتاب الآثار۔ امام ابوحنیفہؒ سے مروی احادیث وآثار کا مجموعہ

(۲) موطا امام محمد۔ امام مالکؒ سے مروی احادیث وآثار کا مجموعہ۔

(۳) **کتاب الحجہ علی اھل المدینۃ** ۴ جلدیں۔

اس میں امام محمدؒ پہلے کسی مسئلہ پر فقہی باب باندھتے ہیں پھر اہل مدینہ کا قول نقل کرتے ہیں پھر قال کہہ کر امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں اور اس کو قرآن، حدیث وآثار، اجماع و قیاس سے ثابت کرتے ہیں۔ پھر دونوں کا محاکمہ کرتے ہیں اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۴) رقیات (۵) کیسانیات (۶) جرجانیات (۷) ہارونیات

یہ چاروں (۴، ۵، ۶، ۷) کتابیں نہیں ملتیں البتہ ان کے حوالے دوسری کتابوں میں مل جاتے ہیں۔ دیکھئے کتاب مبسوط سرخسی اور محیط البرہانی وغیرہ۔

(۸) کتاب الکسب۔ مطبوع ہے۔

(۹) زیادات الزیادات (۱۰) النوادر

ان کتابوں کے علاوہ بھی بعض کتابیں ہیں مگر زیادہ مشہور یہ ہی ہیں۔

کافی حاکم شہید:

پھر چوتھی صدی کے آغاز میں محمد بن احمد المروزی المعروف بالحاکم الشہید نے کافی کے نام سے کتاب لکھی جس میں امام محمدؒ کی کتابوں کے مطالب بیان کئے اور ان کے مکرر مسائل کو صاف کر دیا۔

امام محمدؒ کی کتاب الآثار سے امام بخاریؒ کا استفادہ فرمانا:

اور بخاریؒ کی کتاب سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام محمدؒ کی کتاب الآثار سے امام بخاریؒ نے بھی استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ بخاریؒ باب **یمین الرجل لصاحبہ انہ اخوہ اذا خاف** میں ابراہیم نخعیؒ کا یہ اثر نقل کرتے ہیں۔ **وقال النخعی اذا کان المستحلف ظالماً فنیۃ الحالف وان کان مظلوماً فنیۃ المستحلف** اور امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں باب **من حلف و ھو مظلوم** باندھا ہے۔ اور نخعیؒ کے اس اثر کو اس طرح موصول روایت کیا ہے۔

اخبرنا ابو حنیفۃ رحمہ اللہ عن حماد عن ابراھیم قال اذا استحلف الرجل وھو مظلوم فالیمین علی ما نوی و علی ما ودیٰ و اذا کان ظالمًا فالیمین علی نیتہ من استحلفہ۔

اس معنی میں یہ اثر امام محمدؒ کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے بھی امام محمدؒ کی اس کتاب سے استفادہ کیا ہے اور نیز یہ کہ امام محمدؒ کی شان اگرچہ اس سے بہت بلند ہے مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام محمدؒ بخاریؒ کے رجال میں ہیں۔ اگرچہ حافظ ابن حجر نے امام محمدؒ کے علاوہ بھی نخعیؒ کے اثر کو ابن ابی شیبہؒ سے بھی روایت کیا ہے مگر اس کا معنی کچھ اور ہو جاتا ہے اور الفاظ بھی کچھ بدلے ہوئے ہیں۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۷۴)

غرض یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اور امام ابوحنیفہؒ کے دلائل انہیں کتابوں میں مروی اور محفوظ ہیں اگر انہیں کتابوں میں کسی مسئلہ کے لئے امام محمدؒ یا امام ابوحنیفہؒ نے کسی موضوع

حدیث کوذکر کیا ہے۔تو اس پر حکیم صاحب کا اعتراض قابل غور ہے۔

اور حنفیت کے لیے قابل اعتراض ہے مگر حکیم صاحب کی رسائی اس قدر کہاں کہ امام محمدؒ کی اور ابو یوسفؒ کی کتابوں کو پڑھتے اور کسی روایت کو جانچتے۔حکیم صاحب تو صرف اپنے گروپ کے مقلد ہیں۔جس کسی نے کچھ کہہ دیا ہے۔اس کو لکھا اور صرف شور ڈال دیا۔

میں پہلے امام شعرانیؒ سے نقل کر چکا ہوں کہ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے دلائل یا صحیح احادیث ہیں یا حسان ہیں۔اور جس کو بھی امام شعرانیؒ کے اس دعویٰ میں شک ہے تو اس کو امام شعرانیؒ نے اپنی کتاب **''نهج المبين في ادلة مذاهب المجتهدين''** پڑھنے کی دعوت دی ہے۔عجیب سی بات ہے کہ حکیم صاحب کو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر اعتراض کرنا مقصود ہے۔اور جب بحث کرتے ہیں تو صاحبِ ہدایہؒ کے دیئے ہوئے دلائل پر اعتراض کرتے ہیں۔اور ان کو موضوع بتاتے ہیں۔یہ بحث تو ہم بعد میں کریں گے کہ صاحبِ ہدایہؒ کے دلائل موضوعات ہیں یا حکیم صاحب کو مرگی کا دورہ ہے کہ جہاں پانی دیکھ لیا تو منہ میں جھاگ آ گیا۔اس سے پہلے سوچ لیجیے کہ صاحبِ ہدایہؒ کے دلائل میں حکیم صاحب کی نقل کے مطابق گنتی کی چار پانچ روایات اگر بالفرض موضوع بھی ہیں تو کیا اس سے ہدایہ کی کتاب ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے یا امام ابو حنیفہؒ کا مذہب اس سے مشکوک ثابت ہوتا ہے۔اگر کسی حنفی کی دلیل اور روایت میں خلل ہے۔تو اس کو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کا خلل سمجھنا عقلمندی نہیں ہے۔کسی انسان کا بھی علم اور محنت معصوم نہیں ہے۔کون عالم ہے جس کے علم اور مساعی میں کسی قسم اور کسی قدر خامی اور کمزوری نہیں ملتی ہے۔مگر اس سے اس کے علم اور سعی پر بُرا اثر نہیں پڑتا ہے۔آپ محدثین کی مقدس جماعت کو لیجئے ان کا وظیفہ ہی صرف اس قدر تھا کہ اگلوں کی روایات پچھلوں تک پہنچا دیں اور روایات کی جانچ پڑتال کریں اور ان کی بلیغ سعی اور مشکور کوششوں کے باوجود بھی کہیں کہیں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔مگر علم حدیث کے تقدس اور حجیت پر کچھ بھی اس کا اثر نہیں پڑتا ہے۔

اگر صاحبِ ہدایہؒ سے کسی روایت کے ثبوت میں لغزش ہوئی ہے۔ تو اس سے صاحبِ ہدایہؒ کے جلالت علم میں فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ ہر ایک صاحب علم کے فکر ونظر میں خطاء ہونا ممکن ہے۔ اب علم حدیث کے معروف اور مسلّم ائمہ کی تصانیف کو دیکھ لیجیے۔ آپ اندازہ کرسکیں گے کہ حکیم صاحب بے پناہ تعصب اور ضد کے جذبات سے صاحبِ ہدایہؒ کی کتاب میں کیڑے نکالنے کی نامشکور سعی کرتے ہیں۔

محدثین کی کتابیں:

صحیح مسلم اور صحیح بخاری اور بعض ان حضرات ائمہ حدیث کے علاوہ جنہوں نے اپنی کتابوں میں صرف صحیح روایات کی روایت کرنے کا التزام کیا ہے۔ کون ایسا محدث ہے۔ جس کی کتاب میں حفاظِ حدیث اور نقادانِ روایت نے کچھ نہ کچھ نا قابل اعتماد روایات کی نشاندھی نہیں کی ہے۔ مگر اس سے حضرات محدثین کے وفورِ علم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا اور نہ اس سے ان کے نقد وتمحیص کو یہ داغ لگتا ہے کہ وہ علم حدیث کی روایت کے حاذق اور جاننے والے نہیں تھے۔ ان حضرات کی احتیاطی مساعیوں کا جہاں تک امکان تھا اس میں کمی نہیں کی گئی مگر اس کے باوجود بھی اگر کچھ خامی رہی ہے۔ تو نقادانِ علم نے اس پر تنبیہ کر دی ہے اور علوم نبوت کو ہر قسم کے غل وغش سے پاک اور صاف حفاظت کی ہے۔ مثلاً مسند امام احمدؒ کو لیجیے کون ایسا نا اہل احمق ہے۔ جس کو مسند احمدؒ کی عظمت اور امام احمدؒ کی جلالت اور وفورِ علم میں شبہ ہے۔ مگر مسند کے بارے میں جو محدثین نے لکھا ہے۔ اس کو پڑھ لیجئے۔

حافظ عراقی فرماتے ہیں:

مسند احمد میں صرف ضعیف روایات ثابت نہیں۔ بلکہ اس میں بعض موضوع روایات بھی ہیں۔ میں نے ایک جزء میں ان کو جمع کر دیا ہے۔ اور امام احمدؒ کے بیٹے کے زیادات میں ضعیف اور موضوع دونوں قسم کی روایات ہیں۔ اور حافظ عراقی کے علاوہ ابن الجوزیؒ نے مسند احمد سے کچھ موضوعات کو ذکر بھی کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے مسند احمد کی طرف سے

حافظ عراقیؒ اور ابن الجوزیؒ کی مدافعت کی ہے۔ مگر لکھا ہے۔ کہ مسند احمد میں تین یا چار بے بنیاد موضوع احادیث ہیں اور امام احمدؒ کی طرف سے حافظ نے کچھ معذرت کیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ مسند احمد میں ضعیف روایات ضرور ہیں۔ مگر مسند کی موضوعات ابن احمد اور ابو بکر القطیعی کی زیادات ہیں، مگر جاہل آدمی اس کو امام احمدؒ کی روایات گمان کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہ مسند میں ہیں۔ محدثین کا آخری قول یہ ہے۔ کہ مسند کی بعض روایات اس قدر ضعیف ہیں کہ وہ موضوعات میں داخل ہیں۔ اس کے باوجود بھی مسند احمد ان کتابوں سے تحریر وانتقاء میں بہت اچھی ہے۔ جن میں صحیح روایات کا التزام نہیں کیا گیا ہے۔ اور مسند میں صحیح احادیث بکثرت مذکور ہیں۔ (توجیہ النظر ص ۱۵۴، جزائری دمشقی)

مستدرک حاکم:

ذہبیؒ نے مستدرک کا خلاصہ کیا ہے۔ اور اس خلاصہ میں مستدرک کے ضعیف اور منکر روایات کو بڑی تعداد میں ظاہر کیا ہے۔ اور ایک علیحدہ جز میں مستدرک کے ایک صد موضوع احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

مستدرک میں نصف حصہ ایسا ہے۔ جو بخاری مسلم کی شرط پر ہے۔ یا ایک کی شرط پر ہے اور ربع ایسا ہے جس کی سند صحیح ہے۔ مگر اس میں کچھ خلل ہے۔ اور باقی ربع مناکیر واہیات ہے۔ اس میں موضوعات بھی ہیں۔ اس کے باوجود حاکم اس فنِ حدیث میں حفاظ بارعین میں ہے۔ مگر کتاب کا یہ حال ہے جو آپ نے پڑھ لیا ہے۔ (توجیہ النظر ص ۱۳۸)

محدثین کے مزاج میں فرق ہے:

حاکم کے مزاج میں تساہل مشہور ہے اور ابن الجوزیؒ کی شدت معروف ہے۔ ابن الجوزی جرح وتنقید میں غلو کرتے ہیں۔ حد سے نکل جاتے ہیں۔ ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات اگرچہ اکثر جوزقانی کی کتاب الاباطیل سے ماخوذ ہے۔ مگر اپنے مزاج سے مجبور ہو جاتے ہیں۔ کبھی حسن بلکہ صحیح حدیث کو بھی موضوع بتاتے ہیں۔ اس لئے ایسے محدثین کے حکم بالوضع

پر حفاظِ حدیث نے اعتماد نہیں کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ میں نے ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات میں صحیح مسلم کی یہ حدیث پڑھی جس کو اس نے موضوع بتایا ہے۔ مگر یہ اس کی بڑی غفلت ہے۔ ابن حجرؒ نے امام احمدؒ کی مسند کی چوبیس حدیثوں میں ابن الجوزی کا تعاقب کیا ہے۔ جن کو ابن الجوزی نے موضوع بتایا ہے اور حافظ اس کے فیصلہ کو مسترد کرتے ہیں۔ اور امام احمدؒ کی طرف سے جواب دیا ہے۔ اور ابن حجرؒ کی کتاب کے ذیل میں حافظ سیوطیؒ نے مسند کی چودہ ایسی اور حدیثیں نکالی ہیں۔ جن کو ابن الجوزیؒ موضوع بتاتے ہیں۔ مگر وہ موضوع نہیں ہیں اور حافظ سیوطیؒ نے **القول الحسن فی الذب عن السنن** میں ابن الجوزیؒ کی کتاب **الموضوعات** سے ایک صد بیس سے کچھ اوپر ایسی حدیثیں نکالی ہیں جن کو ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن الجوزی نے ان کو موضوعات میں گنا ہے۔ **(معرفت علوم الحدیث للصبیحی صالح ص ۲۹۲)**

اگر ابن الجوزی نے صحیح مسلم اور مسند امام احمد کی روایات پر کچھ نکتہ چینی کی ہے۔ اور حافظ ذہبیؒ نے مستدرک حاکم پر کچھ لکھا ہے۔ تو صاحبِ ہدایہؒ کی بعض روایات پر اگر کسی شارح اور محشی نے یہ لکھ دیا ہے کہ اس کو صاحبِ ہدایہؒ کی وہ روایت نہیں ملی ہے تو اس پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ حافظ سیوطیؒ، حافظ ابن حجرؒ اور حافظ ابن تیمیہؒ نے جیسے ابن الجوزیؒ کے واردات کا جیسا جواب دیا ہے۔ ویسا ہی آگے صاحبِ ہدایہؒ کے خلاف حکیم صاحب کے واردات کا جواب بھی آپ پڑھ لیں گے۔ بات یہ ہے کہ محدثین بھی انسان ہیں۔ محدثین کی دیانت اور راستی میں ہمیں ذرہ بھر شک نہیں، مگر علمی قصور اور کوتاہی سے بالکل منزہ اور مبرا نہیں ہیں۔ مثلاً بعض حکایات محدثین نے روایت کی ہیں مگر حفاظِ حدیث نے ان پر تنقید کی ہے۔ اور بے اصل بتلایا ہے۔ حافظ ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ یہ جو مشہور کیا گیا ہے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ دونوں شیبان راعی سے ملے ہیں۔ باطل ہے۔ اہل معرفت کو اس کے بطلان پر اتفاق ہے۔ اور اسی طرح یہ جو کہا گیا ہے کہ رشید کے پاس امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ اکھٹے ہو

گئے تھے باطل ہے اس لیے کہ امام ابو یوسفؒ کی وفات کے بعد امام شافعیؒ رشید سے ملے ہیں اور حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں۔ یہ جھوٹ ہے کہ امام شافعیؒ رشید کے پاس گئے ہیں۔ اور امام محمدؒ نے رشید کو امام شافعیؒ کے قتل کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ اگرچہ بیہقیؒ نے مناقب وغیرہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ لیکن سراسر جھوٹ ہے۔

(تذکرۃ الموضوعات لمحمد طاہر بن علی الہندی ص ۱۱۲ والمصنوع فی احادیث الموضوع ص ۳۳)

اگر محدثین سے بھی غلطی ہوسکتی ہے۔ تو صاحبِ ہدایہؒ کی بعض روایات کے بارے میں کسی صاحب کا یہ لکھنا کہ اس کو وہ روایت نہیں ملی ہے اس کے علم کا قصور ہونا ممکن ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ صاحب ہدایہؒ کی وہ روایت موضوع ہے۔

بے علمی کی باتیں:

حکیم صاحب نے بار بار صاحبِ ہدایہؒ کے بارے میں یہ فقرہ دہرایا ہے کہ صاحبِ ہدایہؒ نے افتراء کیا ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ حکیم صاحب بہت ہی اوپری اور سطحی ذہن کا آدمی ہے فقہاء کے بارے میں ایسے قابل نفرین فقروں کے لکھنے اور بولنے میں قطعاً باک نہیں کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو نہیں سوچا ہے کہ اہل علم میں ان فقروں کی قدر کیا ہوگی اور حکیم صاحب کا مقام کیا ہوگا۔ صاحبِ ہدایہؒ کی شان اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ حکیم صاحب جیسے آدمی کی تنقید بھی صاحبِ ہدایہؒ کے خلاف کسی عالم کے لئے قابل غور ہو۔ اہل علم اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں کہ حضرات متقدمین کی کتابوں پر اور ان کی روایات پر مؤلفین نے پورا اعتماد کیا ہے۔ اور متقدمین کی روایات کو ان کی سند اور ان کے حوالہ دیے بغیر اپنی تصنیفات میں درج کر دیا اور اس کے بعد ان کی تصنیفات پر لوگوں نے توجہ کی اور متقدمین کی روایات اور ان کی کتابوں پر لوگوں کی توجہ کم ہوگئی۔ اور مابعد کے زمانہ میں متقدمین کی کتابیں مختلف قسم کے فتنوں اور زمانہ کے انقلاب کے دست و برد سے محفوظ نہیں رہیں۔ اور ان فتنوں میں مسلمانوں کے علمی مراکز ایک ایک کر کے تباہ کئے گئے۔ متقدمین کا علمی سرمایہ

بہت کچھ اس افراتفری میں ضائع کیا گیا۔حتی کہ متداول کتابیں بھی ضائع کی گئیں۔اور متقابلین کی روایات کے حفاظ بھی اٹھ گئے۔اس لئے متاخرین شراح اور محشیوں کو چار و لا چار مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ ان کو بعض روایات کا سراغ اور ماخذ نہیں معلوم ہوسکا ہے۔آپ یہی سوچ لیجئے کہ متاخرین شراح اور محشیوں کو وہ روایات آخر کہاں سے دستیاب ہوسکتی تھیں جب ان کے مآخذ تلف ہو چکے تھے۔اور متقدمین کی کتابیں دستیاب نہیں ہوسکتی ہیں۔اور نہ وہ رواۃ مل سکتے ہیں جن سے متقدمین نے ان روایات کو حاصل کیا تھا بعض ارباب علم نے صاحبِ ہدایہؒ کی ان بعض روایات کے متعلق یہ لکھ دیا ہے کہ انہوں نے ان روایات کو کتاب الآثار اور مبسوط امام محمدؒ میں پڑھا ہے جس کے متعلق حافظ زیلعیؒ اور حافظ ابن حجرؒ مخرجین احادیث ہدایہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ وہ روایات ان کو نہیں مل سکتی ہیں۔اسی طرح میں گمان کرتا ہوں کہ وسیع العلم اور کثیر اطلاع اصحاب بصیرت کو صاحبِ ہدایہؒ کی وہ روایات ملتی رہی ہیں۔جن کے متعلق بعض ارباب علم نے اپنی لاعلمی ظاہر کی ہے۔ مجھے خیال ہوتا ہے کہ حکیم صاحب نے صاحبِ ہدایہؒ کی نفس کتاب کو بھی سمجھنے اور سوچنے کی تکلیف نہیں اٹھائی ہے چہ جائیکہ حکیم صاحب نے ان ہدایہ کی روایات کے ماخذ کے تفحص کی زحمت برداشت کی ہو۔ اور رب علیم خوب جانتا ہے کہ حکیم صاحب کو اس درجہ بصیرت اور اس پایہ کا دسترس بھی ہے یا نہیں۔حکیم صاحب کے زیر نظر کتاب نتائج التقلید کے طرز اور استدلال سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اہل علم فقہاء مقلدین کے خلاف بدخوئی اور بدزبانی کے سوا حکیم صاحب علم کے ابتدائی مراحل میں بھی آگے قدم نہیں رکھتے ہیں ورنہ کہیں تو علمی اخلاق کی چاشنی ظاہر ہوتی۔اور علم کا رنگ کہیں بھی کتاب میں دکھائی دیتا۔اب میں بخاری کی تعلیقات اور متابعات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ بخاری کی عظمت علم اور شدت اتقان کی شان امت مسلمہ کو مسلّم اور معروف ہے۔ہم کسی اہل علم کو نہیں جانتے ہیں۔جس کو بخاری کی دقت نظر اور وسعت بصیرت میں شک ہے۔مگر حافظ ابن حجرؒ اپنے کبیر العلم اور کثیر الاطلاع کے باوجود بخاری کی تعلیقات اور

متابعات کی بہت سی روایات کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ آپ کو وہ روایات کہیں دستیاب نہیں ہوئی ہیں۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ بخاری نے تعلیقات اور متابعات میں ان روایات کا افتراء کیا ہے۔ جن کی اطلاع حافظ کو نہیں ہوسکی ہے۔ اور کیا اس کا یہ معنی ہے کہ حافظ ابن حجر بخاری کے ان افترأت کا اعتراف کرتے ہیں۔ استغفر اللہ۔ ایسا بے ہودہ فکر اس نجس انسان کا ہوسکتا ہے جس کو امام بخاریؒ کی ضرب المثل جلالت دیانت اور راستی کا کچھ بھی پاس نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں امام بخاریؒ کی تعلیقات اور متابعات میں اس قسم کی روایات پر مفصل بحث کی ہے۔ میں اس میں سے چند مثالیں یہاں نقل کرتا ہوں تا کہ آپ یہ سمجھ لیں کہ مصنفین کی روایات کا ماخذ جب شارحین کو نہیں ملتا ہے۔ تو وہ حضرات یہ معذرت کرتے ہیں کہ ان کو ماخذ میسر نہیں آیا ہے۔ مگر ان کو مصنف کے کذب وافترا کا نعوذ باللہ وہم وگمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

پہلی مثال:

بخاری، **کتاب الحیض، باب لا تقضی الحائض الصلوۃ** حائضہ عورت نماز کی قضاء نہ کرے۔ میں کہتے ہیں۔ حضرت جابرؓ اور حضرت ابوسعیدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ حائضہ عورت نماز کو چھوڑ دے۔ اور بخاری کتاب الحج میں حضرت جابرؓ کی حدیث کو ذیل کے الفاظ میں موصول روایت کرتے ہیں۔ **وحاضت عائشة فنسكت المناسک کلها غير انها لم تطف بالبيت** اور بخاری کتاب التمنی میں بھی **عن عطاء عن جابر** اس حدیث کو ذیل کے الفاظ میں موصول روایت کیا ہے۔ **وكانت عائشة قدمت مكة وهي حائض فامرها النبي صلى الله عليه وسلم ان تنسک المناسک كلها غير انها لا تطوف بالبيت ولا تصلي حتى تطهر**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو حکم دیا کہ حج کے تمام مناسک ادا کرے۔ مگر طواف نہ کرے گی اور نماز نہیں پڑھے گی۔ اور امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ نے بھی حضرت جابرؓ

کی حدیث کو ذیل کے الفاظ میں موصول روایت کیا ہے۔ **غیر ان لا تطوفی البیت و لا تصلی**، تمام مناسک جیسے دوسرے حجاج ادا کرتے ہیں، ادا کرو مگر طواف نہ کیجیے اور نماز نہ پڑھیے مگر بخاری کے مذکورہ باب کے یہ الفاظ کہ حضرت جابرؓ اور ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **تدع الصلوٰۃ** کو کسی نے روایت نہیں کیا ہے۔ ابوسعید خدریؓ کی حدیث کو بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں حضرات نے اس طرح موصول روایت کیا ہے۔ **الیس اذا حاضت لم تصل**۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

کہ حضرت جابرؓ اور حضرت ابوسعیدؓ کی حدیث کو جن الفاظ میں بخاریؒ نے ترجمہ الباب میں روایت کیا ہے مجھے مذکورہ الفاظ میں کہیں نہیں ملی ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۱۶)

دوسری مثال:

بخاری، **کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب: الابراد بالظھر فی شدت الحر** میں عمر بن حفص کے طریقہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ **ابردوا بالظھر فان شدت الحر من فیح جھنم** اور فرمایا کہ سفیان اور یحییٰ اور ابوعوانہ نے اس حدیث کی روایت کرنے میں عمر بن حفص کی متابعت کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں فتح الباری میں کہتے ہیں:

عمر بن حفص کے ساتھ سفیان کی متابعت کو بخاریؒ نے **بدء الخلق ابردوا بالظھر** کی جگہ **ابردوا بالصلاۃ** کو موصول روایت کیا ہے۔ اور **ابردوا بالظھر** کو سفیان سے کسی طریقہ میں کبھی میں نے نہیں پڑھا ہے۔ اور فتح الباری کے مقدمہ میں حافظ کہتے ہیں کہ عمر بن حفص سے ابوعوانہ کی موصول روایت مجھے نہیں ملی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کو کسی نے موصول روایت کیا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۱۸)

تیسری مثال:

بخاری، **کتاب الاستسقاء، باب ما یقال اذا مطرت** میں حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ **ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان إذا رأی المطر**

قال اللھم صبیًا نافعًا اوراس کے بعد لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارک کے ساتھ قاسم بن یحییٰ نے عبیداللہ ابن عمر العمری سے متابعت کی ہے۔(فتح الباری ج ۲ ص ۴۱۶)

اور حافظ ابن حجر (مقدمہ ص ۲۲) میں فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ قاسم بن یحییٰ کی متابعت کو کسی نے موصول روایت کیا ہے۔ مجھے وہ روایت کہیں نہیں ملی ہے اور حافظ کہتے ہیں کہ حافظ مغلطائی کو یہ خیال ہوا ہے کہ دارقطنی نے اس متابعت کو موصول روایت کیا ہے مگر حقیقت یہ نہیں ہے۔

چوتھی مثال:

بخاری، ابواب سجود القرأن باب سجود المسلمین مع المشرکین میں ابن عباسؓ کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجد بالنجم وسجد معه المسلمون والمشرکون والجن والانس اور لکھا ہے۔ رواہ ابراہیم بن طھمان عن ایوب۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں مجھے ابراہیم بن طھمان عن ایوب کی روایت نہیں ملی ہے۔(مقدمہ فتح الباری ص ۲۲)

پانچویں مثال:

بخاری، ابواب تقصیر الصلٰوۃ، باب فی کم یقصر الصلٰوۃ میں ابن عمرؓ کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ قال لا تسافر المراۃ ثلث الا معھا ذو محرم اور لکھا ہے کہ احمد نے عن ابن المبارک عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ کی متابعت کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس روایت میں احمد بن حنبلؒ مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ کو ابن مبارک سے سماع نہیں ہے۔ اور لکھا ہے کہ احمد عن ابن المبارک کی روایت مجھے نہیں ملی ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۲۲)

چھٹی مثال:

بخاری، کتاب الوصایا میں ابن عمرؓ کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ ان رسول اللہ

صلی اللہ علیه وسلم قال ما حق امرء مسلم له شي یوصی فیه الخ اور لکھا ہے کہ **محمد بن مسلم عن عمرو** نے متابعت کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں۔ مجھے محمد بن مسلم کی متابعت نہیں ملی ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۳۳)

میں نے یہ چند مثالیں بخاریؒ کی تعلیقات اور متابعات کے متعلق حافظ ابن حجرؒ سے اس غرض کے لئے نقل کر دی ہیں کہ ان مذکورہ روایات اور ان کے علاوہ اور بہت سی متابعات اور تعلیقات کی روایات کے متعلق حافظ نے یہ لکھا ہے۔ کہ آپ کو وہ روایات کہیں بھی موصول نہیں ملی ہیں۔ کیا بخاری کی عظمت شان اور علوعلم کے پیش نظر حافظ کے اس لکھنے کے بعد بخاری کے علم واتقان اور فضل دیانت کے دامن پر کسی احمق کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ بخاریؒ نے ان روایات کی نسبت کرنے میں نعوذ باللہ ان حضرات کے نام پر افتراء کیا ہے۔ جن کے نام سے ان روایات کو بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اگر صاحبِ ہدایہؒ کی بعض روایات کے متعلق کسی نے یہ لکھ دیا ہے کہ اس کو وہ روایت نہیں ملی ہے تو کسی بے وقوف کو یہ شبہ ہوگا کہ صاحبِ ہدایہؒ نے افتراء کیا ہے لیکن اہلِ علم جانتے اور سمجھتے ہیں کہ کسی شارح کو کسی روایت کا نہ ملنا اس روایت کے افتراء کو مستلزم نہیں ہے۔ ہر دور کے تمام اہل روایت کے تمام روایات پر احاطہ کرنا کسی عالم کے امکان میں نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ میں نے پہلے لکھ دی ہے کہ بعض روایات کا بعض اہلِ علم کو نہ ملنے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے۔ حکیم صاحب سندھو کی غرض صاحبِ ہدایہؒ کی روایات اور حنفیت کے فروعی مسائل پر مخلصانہ علمی تنقید کرنا نہیں ہے اس بلندی سے بچارے معذور ہیں مگر حنفیت کے خلاف پروپیگنڈا کرنا ضرور چاہتے ہیں مگر اپنے علم وفکر کو بھی نہیں جانچا۔ جس پر آپ کو اس قدر زعم ہے کہ حنفیت کو احادیث اور تعامل خیر القرون کا باغی اور غدار بتلاتے ہیں۔ مگر حنفیت نے جو کہا ہے اس کے سمجھنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی ہے اور ساری کتاب میں ان بنیادوں کے بتلانے سے قاصر رہے ہیں۔ جن کی آڑ پر حنفیت کے خلاف چھلانگیں مارتے ہیں اور اس جوش پروپیگنڈا میں اس قدر مگن ہیں کہ عقل و دیانت اور پسندیدہ مخالفت اور اخلاق کے پاس کرنے سے آگے نکل گئے ہیں۔ میں حکیم

صاحب سندھو کی اس کتاب نتائج التقلید سے چند وہ مسائل یہاں مثال کے لئے اس لئے ذکر کرتا ہوں تا کہ آپ یہ سمجھ لیں کہ ان مسائل کو صاحبِ ہدایہؒ سے اس لئے نقل کیا گیا ہے۔ کہ سندھو صاحب کے فکر میں صاحب ہدایہؒ نے ان مسائل کا افتراء کیا ہے اور وہ ایسے مسائل ہیں جن کا ماخذ کتاب وسنت اور صحابہؓ کے آثار میں مذکور نہیں ہے۔ اور ان مسائل کے متعلق سندو صاحب کو یہ خیال ہوتا ہے کہ حنفیت کے خلاف ان مسائل کے ذکر کرنے سے دوسرا اچھا مؤثر پروپیگنڈا نہیں ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ سندو صاحب بے سواد اہل حدیث ہیں۔ صاحبِ ہدایہؒ پر افتراء کے الزام دینے میں بڑی زیادتی کی ہے اور صاحب ہدایہؒ کے مسائل کے ماخذ اور سرچشموں تک نہیں پہنچے اور حنفیت کے خلاف نقل کرنے میں بد دیانتی کی ہے۔ اب آپ ان مسائل کو پڑھئے جو صاحبِ ہدایہؒ نے ذکر کئے ہیں۔ اور سندو صاحب ان کو صاحبِ ہدایہؒ کے مفتریات بتلاتے ہیں۔

پہلا مسئلہ:

سندو صاحب نے یہ عنوان باندھا ہے۔ ''مصنف ہدایہ کا باطل طوفان'' اور اس کے ذیل میں لکھا ہے۔ مصنف ہدایہ اس درجہ بے دھڑک، نڈر اور بے خوف ہے کہ جھوٹ اور افتراء میں اسے انتہائی لذت و حلاوت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ تراویح باجماعت کو سنت ثابت کرنے کی غرض سے واضح الفاظ میں لکھا ہے۔ تراویح سنت ہے۔ اسی طرح حسن بن زیاد نے ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔ اس لئے کہ خلفاءِ راشدینؓ نے اس پر مواظبت کی ہے۔

اصلیت واقعہ یہ ہے کہ حضرت امام کا یہ قول زندگی میں تو کیا بعد وفات خواب میں بھی حسن بن زیاد یا کسی دوسرے شاگرد سے منقول نہیں۔ اور قطعاً نہیں گویا کہ حضرت امامؒ پر یہ ہدایہ ایسی مقدس مستند کتاب کا کھلم کھلا افترا ہے۔ الخ (نتائج التقلید، ص ۱۵۷)

سندو صاحب کا دعویٰ اور اس پر اصرار آپ نے پڑھ لیا۔ اور امام ابوحنیفہؒ سے روایت کا جس قدر شدت اور ضد سے انکار کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ اور صاحبِ ہدایہؒ کو جن فضیحتوں سے ذکر کیا ہے ان کو پھر ایک بار پڑھ لیجئے اور امام ابوحنیفہؒ سے حسن بن زیاد، امام

ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی روایت کو بھی پڑھ لیجئے۔

امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود متوفی ۵۸۷ھ کہتے ہیں:

حسن بن زیاد فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔ رمضان کے مہینہ میں قیام سنت ہے۔ اور اسی طرح امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں تراویح سنت ہے اگرچہ تراویح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت نہیں کی ہے۔ مگر صحابہؓ کی مواظبت ثابت ہے۔ (بدائع الصنائع ج۱، ص۲۸۸)

اور شیخ ابن عابدین کہتے ہیں: صاحبِ ہدایہؒ اور دوسرے فقہاء نے تراویح کے سنت ہونے کی تصحیح کی ہے اور ابوحنیفہؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے تراویح کے بارے میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے متعلق دریافت کیا تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ تراویح سنت موکدہ ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اصل اور عہد ضرور ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف اپنی طرف سے ایسا نہیں کیا ہے۔ (ردالمحتار ج۱، ص۶۵۹)

حنفیوں کی یہ معتمد کتابیں ہیں۔ جن میں صرف حسن بن زیاد کی نہیں بلکہ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے تراویح کے سنت ہونے کی روایت مذکور ہے۔ سندو صاحب کی دروغ گوئی ہے کہ صاحبِ ہدایہؒ نے امام ابوحنیفہؒ پر اس کا افتراء کیا ہے۔ اور صاحبِ ہدایہؒ کو باطل طوفان کا الزام سندو صاحب کی سوقیانہ جرأت ہے۔ اور حنفیت کی معروف کتابوں کی روایات سے جاہل ہونے کے باوجود بھی صاحبِ ہدایہؒ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا ارادہ رکھا ہے۔

میں نہیں جانتا کہ سندو صاحب تراویح کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اور اس کا نیا مذہب کیا ہے۔ محدثین کو ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات تراویح پڑھائی ہے اور تراویح کی نماز پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مواظبت اور بیس رکعات کی تعداد کے متعلق حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے آثار امت کے فقہاء اور محدثین کو بالاتفاق مسلّم ہیں۔ چنانچہ

ترمذیؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح کے بارے میں حضرت ابوذرؓ کی روایت کرنے کے بعد تراویح کی رکعات کی تعداد کے متعلق کہتے ہیں۔ اکثر اہلِ علم نے کہا ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔اس لئے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ سے بیس رکعات تراویح کی روایت کی گئی ہے۔سفیان ثوریؒ، ابن المبارکؒ، امام شافعی نے بھی فرمایا اور حرم میں بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھی۔(ترمذی،ص۹۹)

امام مالکؒ اور بیہقی ؒ نے عبدالرحمن بن عبدالقاریؒ سے روایت کیا ہے کہ میں رمضان میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ جدا جدا نماز پڑھ رہے ہیں کوئی شخص اکیلے پڑھ رہا ہے اور کسی کے ساتھ آٹھ دس پڑھ رہے ہیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان سب کو ایک پڑھانے والے کے ساتھ اکٹھا کرلو تو کیا اچھا ہو تو آپؓ نے ابی بن کعبؓ کے ساتھ لوگوں کو اکٹھا کیا۔اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ فاروقی میں تراویح پڑھی جاتی تھی۔کسی نے جماعت کے ساتھ پڑھی اور کوئی اکیلا پڑھ رہا تھا اور اسی طرح کا حال حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں رہا ہے۔امام مالکؒ اور بیہقی ؒ نے روایت کیا ہے۔یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تیئس رکعات، تین رکعات وتر اور بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔اور سائب بن یزید بھی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔بیہقی ؒ نے روایت کیا ہے۔سوید بن غفلہ بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے۔اور اصحاب علیؓ میں شیتر بن شکل بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے۔اور حضرت علیؓ نے قراء کو بلا کر امر فرمایا تھا کہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھایا کریں۔

صحابہؓ کے اس مسلسل اور متواتر عمل کے ہوتے ہوئے تراویح کی سنت ہونے کا کون انکار کرسکتا ہے۔

دوسرا مسئلہ:

سندو صاحب نے ''صحابہؓ پر حنیفہ کا افتراء'' عنوان باندھا ہے۔اور اس کے نیچے تین

ایسے مسائل لکھے ہیں جن پر سندو صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ ان مسائل کو صاحبِ ہدایہؒ نے افتراء کیا ہے۔ (نتائج التقلید ص ۸۳)

آپ ان میں سے ایک ایک مسئلہ اور اس کا حال اور علم آثار سے سندو صاحب کی بے خبری اور صاحب ہدایہؒ کے خلاف افتراء کرنے کے جھوٹے الزام کی دلیری پڑھیے اور فیصلہ کیجئے کہ سندو صاحب کو صاحبِ ہدایہؒ کے خلاف جھوٹ بولنے اور لکھنے میں کتنے نمبر ملنے چاہئیں۔

پہلا مسئلہ:

پہلا مسئلہ یہ ہے۔ ہدایہ باب فی من یمر علی العاشر میں لکھا ہے اگر کوئی تاجر حربی دو صدر روپے لے کر مسلمان عاشر پر گزرتا ہے۔ اور عاشر کا عملہ یہ نہیں جانتا ہے کہ مسلمان تاجروں سے حربیوں کا حاکم کس قدر وصول کرتا ہے تو مسلمان عاشر کو اس حربی سے پورا عشر لینا چاہیے اور جو حربی حاکم مسلمان تاجر سے محصول وصول کرتا ہے اس کی مقدار معلوم ہے تو اسی قدر حربی تاجر سے لی جائے گی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایسا فرمایا ہے سندو صاحب کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے نام پر صاحب ہدایہ کا یہ لکھنا جھوٹ اور بہتان ہے۔ اب آپ حضرت عمرؓ کے احکامِ عشر اور ان سے صاحب ہدایہؒ کا استدلال پڑھئے۔ امام عظیم حافظ الحجۃ ابی عبید القاسم بن سلام متوفٰی ۲۲۴ھ کہتے ہیں۔ انس بن مالکؓ صحابی نے انس بن سیرین کو بلا کر فرمایا میں تمہیں حضرت عمرؓ کی سنت لکھ دیتا ہوں۔ مسلمانوں سے عشر میں ربع عشر چالیس روپیہ میں صرف ایک روپیہ لیا جائے گا اور اہل ذمہ سے نصف عشر بیس روپیہ میں ایک روپیہ لیا جائے گا اور اہلِ حرب سے پورا عشر، دس روپیہ میں ایک روپیہ لیا جائے گا اور زیاد بن حدیر کو بھی حضرت عمرؓ نے اسی طرح عشر لینے کی ہدایت فرمائی ہے۔

(کتاب الاموال لابی عبید، ص ۵۳۳، ص ۱۶۵۶، ص ۱۶۵۷)

یحیٰی بن آدم القرشی متوفٰی ۲۰۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا۔ مسلمان تاجر سے ربع عشر دوسو روپیہ میں پانچ روپیہ لیا کرو۔ اور اہل ذمہ تاجروں سے نصف عشر اور اہلِ حرب سے پورا عشر لیا کرو اور حضرت ابوموسیٰ ؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ لکھا کہ مسلمان جب دارالحرب میں داخل ہوتے ہیں تو مسلمانوں سے وہ عشر لیا کرتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا جب اہلِ حرب ہمارے ملک میں داخل ہوتے ہیں تو ان کے عشر کی مانند ان سے وہی عشر لیا کرو۔

(کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم، ص ۱۷۳)

اور امام احمدؒ اور یحییٰ بن معین کے استاد اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں۔ زیاد بن حدیر فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے محصول لینے پر حضرت عمرؓ نے مجھے مامور فرماتے ہوئے حکم دیا کہ کسی کی تلاشی نہ لیا کرو اور فرمایا کہ مسلمانوں سے ربع عشر اور اہلِ ذمہ سے نصف عشر اور حربی سے پورا عشر لیا کرو۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں مجھے حضرت عمرؓ نے یہ بھی لکھا کہ اہلِ حرب مسلمانوں سے محصول میں جس قدر لیا کرتے ہیں۔ تم بھی ان سے اسی قدر لیا کرو۔ (کتاب الخراج لابی یوسفؒ، ص ۱۳۵)

ان حضرات ائمہ نے حضرت انسؓ، حضرت ابوموسیٰ ؓ، حضرت زیادؒ، حضرت عمرؓ کے احکام عشر کو روایت کیا ہے۔ جس میں صراحت کے ساتھ یہ مذکور ہے کہ اہلِ حرب سے پورا عشر لیا جائے گا اور اگر اہلِ حرب کی مقدار محصول معلوم ہے۔ تو ان سے اتنی مقدار لی جائے گی۔ آپ انصاف سے کہیے کہ صاحبِ ہدایہؒ نے حضرت عمرؓ کے نام پر افتراء کیا ہے یا سندو صاحب حضرت عمرؓ کے احکام عشر سے جاہل اور صاحبِ ہدایہؒ کو افتراء کے الزام میں دروغ گو ہے۔

دوسرا مسئلہ:

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ صاحبِ ہدایہؒ نے لکھا ہے۔ جس عورت کو تین طلاق دی گئیں ہیں تو اس کے لئے اس کے خاوند پر نفقہ اور سکنیٰ دونوں لازم ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ فرماتے

ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ بھی ہے، اور سکنی بھی۔

سندو صاحب کہتے ہیں یہ صاحب ہدایہؒ کا افتراء ہے۔ یہ الفاظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں اور بالکل نہیں ہیں۔ سندو صاحب کا دعویٰ بڑا ہوتا ہے مگر مبلغ علم صرف اس قدر ہوتا ہے کہ کسی کا لکھا ہوا لے کر اکھڑ جاتے ہیں اور افترا کا ترانہ گاتے جاتے ہیں۔ ہم آپ کو حدیث کی کتابوں سے نقل کر کے بتلاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے محدثین نے مذکورہ بالا حدیث کو روایت کیا ہے جیسا کہ صاحبِ ہدایہؒ نے لکھا ہے اور سندو صاحب بار بار کی فضیحت اٹھانے اور دروغ گوئی کی خوشی میں اہلحدیث فرقہ بنتے ہیں۔

دارمیؒ روایت کرتے ہیں:

جب حضرت عمرؓ کو یہ بتلایا گیا کہ فاطمہ بنت قیس یہ روایت کرتی ہے کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاق دی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اس کے شوہر پر نفقہ اور سکنی نہیں رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا۔ ہم اللہ کی کتاب کو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑتے ہیں۔ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ بھی ہے اور سکنی بھی۔ (سنن دارمی ج۱، ص ۱۶۵)

اور صحیح مسلم میں ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا:

ہم اللہ کی کتاب اور سنت کو ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے ہیں۔ اس کو یاد ہے یا بھول گئی ہے۔ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ بھی ہے اور سکنی بھی۔ اللہ نے فرمایا ان کو ان کے گھروں سے مت نکالو۔ (صحیح مسلم ج۱، ص ۴۸۵)

اور سنن کبریٰ ج ۷ ص ۴۷۵ میں بھی متعدد طرق سے یہ حدیث مذکور ہے اور بیہقیؒ نے اس حدیث پر کچھ واردات وارد کئے ہیں۔ اس لئے میں حافظ علاؤ الدین علی بن عثمان المارديني کی کتاب جوہر النقی سے اس بحث کو نقل کرنا چاہتا ہوں تا کہ بیہقی کے واردات کا

جواب بھی آپ پڑھ لیں بیہقی فرماتے ہیں:

یحییٰ بن آدم اس حدیث میں وسنت نبینا ذکرنہیں کرتے ہیں جیسا کہ احمد زبیری اس کو روایت کرتے ہیں۔اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن آدم ابواحمد زبیری سے زیادہ حافظ اور اثبت ہے۔ ماردینی کہتے ہیں۔ابواحمد زبیری یحییٰ کی مخالفت نہیں کرتے کہ یحییٰ کوترجیح دینے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ بلکہ احمد زبیریؒ اس حدیث میں وسنت نبینا کی زیادتی کوروایت کرتے ہیں اور یحییٰ کی طرح زبیریؒ بھی ثقہ ہے اور ثقہ کی زیادتی کومحدثین تسلیم کرتے ہیں۔ اور محمد بن بشار فرماتے ہیں۔ میں نے زبیریؒ سے زیادہ حافظ کسی اور کونہیں دیکھا ہے۔اور مسلم نے ص ۴۸۵ میں احمد زبیریؒ کی حدیث کے بعد ابی اسحاق کی حدیث کے لئے شاہد روایت کیا ہے۔جس میں وسنت نبینا مذکور ہے۔اور اشعث کی حدیث بھی ابواحمد زبیریؒ کی حدیث کے لئے سنت نبینا کی زیادتی میں شاہد ہے۔اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے دوسرے تین طریقوں سے وسنت نبینا کی زیادتی کوروایت کیا ہے۔ابن حبان نے بھی اس زیادتی کوروایت کیا ہے۔ ان تمام محدثین کو اس حدیث میں وسنت نبینا کی زیادتی مرفوع ثابت ہے۔اور اس کی تائید قاضی اسماعیل کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔شعبیؒ فرماتے ہیں۔ میں نے نخعیؒ کو فاطمہ بنت قیس کی حدیث کی خبر دی تو آپ نے فرمایا حضرت عمرؓ کو جب فاطمہ بنت قیس کی حدیث سنائی گئی،تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ہم اللہ کی کتاب اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کوکسی عورت کے کہنے پرنہیں چھوڑتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ بھی ہے اور سکنی بھی۔ابن حزم اور طحاوی نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عمرؓ کا سماع روایت کیا ہے۔اور حضرت نخعیؒ اگرچہ حضرت عمرؓ سے نہیں ملے ہیں لیکن نخعی کے تمام مراسیل صحیح ہیں، ابن معین نے اسی طرح کہا ہے اور صاحبِ تمہید کہتے ہیں کہ نخعی کے مراسل اس کی مسانید سے زیادہ قوی ہیں۔جیسا کہ نخعیؒ نے خود کہا ہے کہ ابن مسعودؓ اور حضرت عمرؓ سے اس کے تمام مراسیل صحیح ہیں۔

(جوھر النقی علی البیھقی ج۷ ص ۴۷۶)

ان تمام حضرات محدثین نے حضرت عمرؓ کا اثر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد روایت کیا ہے اور یہ کہ حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ ارشاد سنا ہے۔ جیسا کہ صاحب ہدایہؒ نے لکھا ہے۔

آپ خود فیصلہ کیجئے کہ اس مسئلہ میں صاحب ہدایہؒ نے اس حدیث کی روایت کرنے میں افتراء کیا ہے۔ جس کی کتاب کی شارحانہ خدمات کے لئے حافظ زیلعی اور حافظ ابن حجر اور شیخ ابن ہمام نے اپنی عزیز عمر کے گرانقدر اوقات کو وقف کر دیا تھا یا دروغ گو سندو صاحب افترا کے الزام دینے میں رسوا ہوتے ہیں۔

تیسرا مسئلہ:

تیسرا مسئلہ سندو صاحب کہتے ہیں۔ صاحب ہدایہؒ نے حضرت عثمانؓ کے نام پر یہ غلط افترا کیا ہے۔ **عن عثمان انه قال الحمد لله فارتج عليه فنزل** یہ قصہ جو ہدایہ نے حضرت عثمانؓ کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ کتب حدیث میں ہرگز موجود نہیں ہے۔

(نتائج التقلید، ص......)

اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ زیلعی نے امام قاسم بن ثابت السرقسطیؒ کی کتاب غریب الحدیث سے اس واقعہ کو اپنی کتاب نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۹۷ پر نقل کیا ہے۔ مگر حکیم صاحب اس کو نہیں جانتے ہیں۔ کاش نصب الرایہ کو پڑھا ہوتا۔

ناسخ ومقدس کتاب:

سندو صاحب نے یہ عنوان باندھا ہے۔ اس ناسخ ومقدس کتاب کے ان گنت ولا تعداد اور بے شمار غلط افترا اور جھوٹے بہتانوں میں سے بطور مثال ونمونہ صرف وہ خاص جھوٹ اور بہتان ملاحظہ فرمائیے جو کہ حدیث کے نام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف افتراء و منسوب کئے گئے ہیں۔

افتراء وبہتان نمبر ۱:

ہدایہ میں باب الامامۃ میں ایک حدیث یوں نقل کی گئی ہے۔ **من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف النبی** مصنف ہدایہ کے اس باطل و من گھڑت افتراء کو دیکھ کر مولانا عبد الحیؒ اس درجہ خوفزدہ ہوئے کہ ہدایہ کا حاشیہ لکھتے ہوئے یوں اعلان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوا کہ حدیث کے مذکورہ الفاظ نہیں پائے گئے کہ بعض محدثین کہتے ہیں کہ وہ موضوع ہے۔ سخاوی نے ذکر کیا ہے۔ **انہ حدیث لم یو جد** یعنی یہ بالکل من گھڑت اور موضوع حدیث ہے۔ جو کتب حدیث میں پائی نہیں جاتی۔ (نتائج التقلید ص ۷۵)

حکیم صاحب نے مولانا عبدالحیؒ کا نام لے کر بہتان باندھا ہے۔ اور مولانا عبدالحیؒ کا نام لے کر جو کچھ لکھا ہے۔ قطعاً جھوٹ لکھا۔ مولانا نے ہرگز ایسا نہیں لکھا ہے۔ ہدایہ اور اس کا حاشیہ موجود ہے۔ اہلِ علم پڑھ سکتے ہیں۔ مولانا عبدالحیؒ لکھتے ہیں:

طبرانیؒ، حاکمؒ، بیہقیؒ نے روایت کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم خوش ہوتے ہو کہ تمہاری نماز قبول کی جائے تو علماء کو امام بناؤ۔ اس لئے کہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان علماء وفد ہیں اور صاحبِ ہدایہؒ کے مذکورہ حدیث کے الفاظ نہیں پائے جاتے بعض محدثین نے کہا ہے کہ وہ موضوع ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہدایہ میں مذکورہ حدیث اس حدیث سے ماخوذ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔ اور یہ حدیث مشہور زبان زد ہے۔ حافظ سیوطیؒ نے اس کو ذکر کیا ہے لیکن سخاوی نے مقاصد حسنہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث نہیں پائی گئی۔

آہ! یہ مولانا عبدالحیؒ کا حاشیہ ہے جو مذکور ہوا۔ مولانا ہدایہ میں مذکورہ حدیث کو طبرانی، حاکم بیہقی کی حدیث کے معنی میں ملانا چاہتے ہیں اور اس کا معنی سیوطی اور مشہور حدیث کے معنی سے ماخوذ بتلانا چاہتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہدایہ میں مذکورہ حدیث کے الفاظ اگرچہ نہیں ملے ہیں مگر اس کے معنی کے ثابت ہونے میں شبہ نہیں اس لئے کہ اس کا ماخذ روایات مذکورہ ہیں اور مقاصد حسنہ میں ہدایہ میں مذکورہ حدیث کے متعلق کچھ ذکر نہیں ہے

بلکہ اس مشہور زبان زد حدیث کے متعلق یہ لکھا ہے کہ نہیں پائی گئی۔ مگر حکیم صاحب کو اللہ نے سمجھنے کی توفیق نہیں بخشی ہے۔ الٹ پلٹ اپنی کتاب میں ان حضرات علماء کے نام سے لکھ دیا ہے اور قاضی شوکانی فوائد المجموعہ ص ۱۳۳ اور زیلعی نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۶ میں ہدایہ کے مذکورہ حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے، غریب ہے۔ کسی حدیث کا غریب ہونا اور بات ہے۔ اور حدیث کا موضوع ہونا اور حقیقت ہے۔ غریب حدیث کے رواۃ میں تفرد ہوتا ہے۔ مگر ان میں کوئی راوی جھوٹا نہیں ہوتا ہے اور موضوع حدیث وہ ہوتی ہے۔ جس میں جھوٹے رواۃ ہوتے ہیں۔ ہدایہ کے مذکورہ حدیث کے معنی کی تائید طبرانی ؒ، حاکم ؒ، بیہقی ؒ، سیوطیؒ کی حدیثوں سے ہوتی ہے۔

افتراء و بہتان نمبر ۲:

حکیم صاحب نے ہدایہ کے دوسرے افتراء و بہتان کی مثال میں ذیل کا مسئلہ لکھا ہے:

ھدایة باب صلوة المسافر میں ہے۔ جب مسافر اپنے شہر میں داخل ہو جائے تو وہ پوری نماز پڑھے اگرچہ اس نے اپنے شہر میں ٹھہرنے کی نیت نہیں کی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ ؓ سفر کرتے تھے اور اپنے شہروں کو لوٹتے تھے اور کسی عزم جدید کے بغیر مقیم ہوتے تھے اور پوری نماز پڑھتے تھے۔

صاحبِ ہدایہؒ کی اس دلیل کے بارے میں حکیم صاحب سندو کہتے ہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ؓ پر بہتان عظیم ہے۔ بات یہ ہے کہ حکیم صاحب سوقیانہ ذہن کے آدمی ہیں، ورنہ اہل علم ارباب فقہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے صحابہ پر افتراء اور بہتان باندھنے والے نہ کہتے اور فقہاء کے خلاف بدزبانیوں سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ نہ کرتے۔ حقیقت واقعی یہ ہے کہ جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ ؓ کی سیرت اور زندگی کا عمل یہی ہے۔ جو صاحبِ ہدایہؒ نے لکھا ہے مگر سندو صاحب علم وبصیرت سے دور ہیں اب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ؓ کا اسوہ اور آثار پڑھ کر سوچئے کہ سندو صاحب

کے برے کلمات کیا صاحب ہدایہؒ پر چسپاں ہو سکتے ہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ سے باہر نکل جاتے تھے تو نماز میں قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ واپس تشریف لاتے تھے۔

(مسند امام احمدؒ، حدیث نمبر ۵۷۵۰)

ابن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ قصر کرنے اور افطار کرنے میں مدینہ منورہ سے باہر نکل جانا اور مدینہ منورہ میں داخل ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوہ حسنہ ہے۔ ابن عمرؓ مدینہ منورہ میں اقامت کی نیت کا ذکر نہیں کرتے۔ اگر اقامت کی نیت ضروری ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ہدایت یا اظہار ضرور فرماتے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

ہم مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلے اور ہم نماز کی دو دو رکعت پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ لوٹ کر آ گئے۔

(بخاری، مسلم، سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۶)

علی بن ربیعہ فرماتے ہیں۔ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ شام کی طرف نکلے اور دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ حتیٰ کہ ہم کوفہ کی طرف لوٹ کر آ رہے تھے۔ اور نماز کا وقت ہو چکا تھا اور کوفہ کی آبادی قریب تھی، ہمارے سامنے تھی، ہم اس کو دیکھ رہے تھے۔ ہم نے حضرت علیؓ سے کہا، امیر المومنین یہ سامنے کوفہ ہے۔ کیا ہم پوری نماز پڑھیں گے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ہم اس وقت تک قصر کریں گے کہ کوفہ میں داخل ہو جائیں۔

(سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۴۶)

صحابہ ٹھہرنے کی نیت سے کوفہ میں داخل ہو رہے تھے۔ اور یہ ان کا شہر تھا اور استصواب کیا ہے۔ مگر حضرت علیؓ کے جواب نے ان کو یہ ظاہر اور ثابت کر دیا کہ قصر اور اتمام کے لئے ان کی نیت اور قصد کا اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ شہر سے باہر نکل جانا اور شہر میں داخل ہو جانا قصر اور اتمام کے لئے کفایت کرتا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر کے قصد سے باہر نکل جاتے تھے تو قصر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر تشریف لاتے تھے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۵۳)

ابن عباسؓ کی مراد یہ ہے کہ سفر کی نیت اس وقت ختم ہو جاتی ہے کہ جب شہر میں واپس داخل ہو جائے۔ ان تمام آثار اور اسوہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیت سفر کے ختم کرنے کے لئے نیت اقامت کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے شہر میں داخل ہونے سے ختم ہو جاتی ہے۔ یہ چند مسائل اور ان کے ماخذ میں نے اس لئے یہاں ذکر کئے ہیں کہ آپ یہ اندازہ کر سکیں کہ امت کے اس فقیہ روزگار کے خلاف حکیم صاحب کو پروپیگنڈا کرنے کا اور جھوٹے الزامات دینے کا اس قدر شوق ہے کہ صاحبِ ہدایہؒ کے مسائل اور روایات کے سرچشموں تک اس صاحب کو رسائی نصیب نہیں ہوئی ہے۔ مگر ان روایات میں صاحبِ ہدایہؒ کو افترا اور بہتان کا الزام بار بار دہرا کر خوش ہوتے ہیں کہ اس نے صاحبِ ہدایہؒ کے حوالوں کو غلط دکھایا ہے۔

آپ مذکورہ ماخذ کو پڑھ کر ضرور تعجب کرتے ہوں گے کہ حکیم صاحب نے صاحبِ ہدایہؒ جیسے صاحبِ بصیرت فقیہ کو افترا و بہتان کا بے جا الزام دینے کی دلیری کیوں کی ہے۔ مگر جب ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب جیسے زعماءِ فکر کا صرف اس قدر کام ہے کہ امت کے اربابِ علم ونظر کے خلاف الزام تراشی میں اربابِ ھویٰ کے ساتھ ہم نوائی کا رشتہ جوڑتے ہیں تو پھر تعجب باقی نہیں رہتا ہے کہ ان صاحبوں کے انظار وافکار کی راہ میں اربابِ نظر کی ایسی بصیرت افروز فقہ سب سے بڑی حائل ہے جس کے مقابلہ پر ان صاحبوں کو ہمیشہ ندامت اٹھانی پڑی اور خسران میں گرتے رہے۔

حکیم صاحب نے ان مذکورہ روایات کے علاوہ چند دوسری روایات میں بھی صاحبِ ہدایہؒ کو افترا اور بہتان کا الزام دیا ہے۔ مگر میں ان تمام کا استقصاء طول کے خوف سے نہیں

کرتا۔ مذکورہ متعدد مثالوں سے آپ حکیم صاحب کے جھوٹے بہتان اور دروغ گوئی کا اچھا اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس سفید چشم حکیم صاحب نے جھوٹ بولنے میں حد کر دی ہے۔

{باب سوم}

اس باب میں ہم ان اعتراضات کے جوابات عرض کریں گے جو محی الدین غیر مقلد نے الظفر المبین حصہ اول میں ہدایہ کی احادیث پر کئے تھے۔ وہ کل پندرہ اعتراض ہیں ان کے جواب مولانا منصور علی خان مراد آبادی نے اسی زمانہ میں اپنی مشہور زمانہ کتاب **''الفتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین''** میں دیے تھے ہم وہاں سے نقل کر رہے ہیں۔(از سید مشتاق علی شاہ)

الظفر المبین حصہ اول کے مصنف شیخ محی الدین نومسلم غیر مقلد لکھتے ہیں:

اٹھارہواں مغالطہ

ہدایہ کی روایات پر ہزاروں علماء بے دھڑک عمل کئے جاتے ہیں اس کے کسی مسئلہ پر بھی کبھی جرح قدح نہیں کی گئی صرف اہلِ حدیث ہی اس کی روایات کو ضعیف اور موضوع بتاتے ہیں،اس کا جواب

ایک مغالطہ امام ابوحنیفہؒ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ ہدایہ ہمارے مذہب کی بڑی مقبول اور جامع کتاب ہے۔ ہزاروں علماء اس پر بے کھٹکے عمل کئے جاتے ہیں اور اس کی روایات پر فتوی دیتے چلے جاتے ہیں اور آج تک اس کے کسی مسئلہ پر بھی کسی شخص نے جرح وقدح نہیں کی ہے لیکن حدیث پر چلنے والے اس کو نہیں مانتے ہیں اور اس کی

اکثر احادیث کوضعیف اور بعض کو مردود بتلاتے ہیں۔

جواب:

علماء محققین میں سے کتاب ہدایہ کو کوئی بھی مقبول نہیں سمجھتا اور نہ اس کے سب مسائل پر کوئی شخص عمل کرنا صحیح جانتا ہے۔ البتہ متعصب حنفیہ اس کو مقبول بھی کہتے ہیں اور اس کے تمام مسائل پر عمل کرنا بھی صحیح جانتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ تو سوائے اپنے امام کے مسائل کے جو ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ کتب حنفیہ میں درج ہیں ان کے خلاف خواہ قرآن کا کوئی مسئلہ ہو خواہ حدیث صحیح کا، کسی کو بھی قابل عمل نہیں جانتے ہیں۔ ہاں قرآن اور حدیث صحیح کے جو مسائل ان کے امام نے لیے ہیں ان پر تو حنفیہ عمل کر ہی لیں گے لیکن قرآن اور حدیث صحیح کے جن جن مسائل کو ان کے امام نے نہیں لیا ہے ان پر کبھی نہ چلیں گے۔ اس کا بیان بارہویں مغالطے کے جواب میں پہلے گزر چکا ہے۔ غرضیکہ کتابِ ہدایہ میں کہ جس کے سامنے حنفیہ قرآن اور حدیث کو بھی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے صدہا موضوع احادیث موجود ہیں جن میں سے چند احادیث ہم صرف اس لیے نقل کر رہے ہیں تا کہ کتابِ ہدایہ کی حقیقت سے کہ جس پر حنفیہ بے کھٹکے عمل کئے جاتے ہیں اور فتوے دیتے ہیں، عام لوگ بھی واقف ہو جائیں۔ ہدایہ کی چند موضوع روایات درج ذیل ہیں۔

(الظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۰۔۲۵۱)

نوٹ: آگے انہوں نے پندرہ (۱۵) روایات نقل کی ہیں اور عینی شرح ہدایہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ روایات عینی کو نہیں ملیں۔ ہم ان کے ترتیب وار جواب عرض کرتے ہیں۔

احادیثِ ہدایہ کو موضوع کہنے کا اجمالی جواب

جواب:

معترض صاحب کو جب اعتراض پہونچتا کہ ان حدیثوں کی نسبت علامہ عینی یوں کہتے کہ

یہ معنی کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتے انہوں نے تو فقط لفظوں کی نفی کی ہے کہ یہ حدیث ان لفظوں سے نہیں پائی گئی اس میں کچھ قباحت نہیں کیونکہ روایت بالمعنی کو جمہور محدثین جائز رکھتے ہیں گو امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں سو فقط اعتراض اس قدر ہوگا کہ مصنف نے یہاں امام صاحب کی تقلید نہ کی سو اس کے حنفیہ خود قائل نہیں بہت مسائل ایسے ہیں کہ امام صاحب کی ان میں تقلید نہیں کرتے بلکہ جو قول مفتی بہ ہو اس پر عمل کرتے ہیں خواہ وہ صاحبین کے طور پر ہو خواہ طرفین کے خواہ شیخین کے۔

حدیث نمبر ا

لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّا یُسَمّ ''اس شخص کا کوئی وضو نہیں جو بسم اللہ نہیں پڑھتا۔''

عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ اس حدیث کی ان لفظوں کے ساتھ کسی نے بھی تخریج نہیں کی۔ (ہدایہ کتاب الطہارات ج ا ص ۱۸) (الظفر المبین حصہ اول، ص ۲۵۱)

جواب:

عینی میں لکھا ہے **ھٰذَا الْحَدِیْث بھذا اللفظ لم یخرجہ احد و انما اخرجہ ابو داؤد وغیرہ و لفظہ لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ** یعنی اس حدیث کو ان لفظوں سے کسی نے نہیں بیان کیا بلکہ ابو داؤد وغیرہ نے جو روایت کی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں کہ نہیں وضو ہوتا اس شخص کا جو اللہ کا نام نہ ذکر کرے انتہیٰ۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ دونوں کے معنوں میں کیا فرق ہے بلکہ معنی تو ایک ہیں البتہ الفاظ کا فرق ہے پھر اس کے کیا معنی کہ تمام محدثین تو روایت بالمعنی جائز رکھیں اور صاحب ہدایہ کو روایت بالمعنی جائز نہ ہو عجیب انصاف ہے ملا علی قاری شرح مسند امام کے خطبے میں لکھتے ہیں۔ **وَحَاصِلُہٗ اَنَّہٗ لَمْ یُجَوِّزِ الرِّوَایَۃَ بِالْمَعْنٰی وَلَوْ کَانَ مُرَادِفًا لِلْمَبْنٰی خِلَافًا لِّلْجُمْھُوْرِ مِنَ الْمُحَدِّثِیْنَ فَاِنَّھُمْ جَوَّزُوا الرِّوَایَۃَ بِالْمَعْنٰی لَاسِیَمَا عِنْدَ نِسْیَانِ الْمَبْنٰی** یعنی حاصل یہ ہے کہ امام صاحب روایت بالمعنی جائز نہیں رکھتے اگرچہ وہ ہم معنی اصل کے ہو برخلاف جمہور محدثین کے پس تحقیق انہوں نے

جائز رکھا ہے روایت بالمعنی کوخصوصاً وقت بھول جانے اصل کے انتہیٰ۔ پس جب کہ محدثین کے نزدیک مطلقاً روایت بالمعنی جائز ہے خاص کر اس وقت میں کہ جب اصل حدیث یاد نہ ہو پھر اگر صاحبِ ہدایہؒ نے روایت بالمعنی کی تو کون سا قصور ہوا تمام احادیث کی کتابوں میں روایت بالمعنی موجود ہے ورنہ ایک قصے میں راویوں کے الفاظ مختلف نہ ہوتے حال آنکہ حجۃ الوداع وغیرہ کی حدیثیں دیکھو کیسے مختلف الفاظ سے موجود ہیں۔

حدیث نمبر ۲:

خَلِّلُوْا اَصَابِعَکُمْ کَیْ لَا تَتَخَلَّلُهَا نَارُ جَهَنَّمَ ''اپنی انگلیوں میں خلال کرو تا کہ نار جہنم ان میں خلال نہ کرے۔ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ وارد نہیں ہوئی۔ (ہدایہ کتاب الطہارات ج ا ص ۱۹) (الظفر المبین حصہ اول، ص ۲۵۱)

جواب:

عینی میں ہے **وَمَا وَرَدَ هٰذَا الْحَدِيْثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ وَالَّذِیْ وَرَدَ هُوَ مَا رَوَاهُ الدَّارَ قُطْنِی فِیْ سُنَنِهٖ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِّلُوْا اَصَابِعَکُمْ لَا يُخَلِّلُهَا اللّٰهُ بِالنَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِیُّ مِنْ حَدِيْثِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ يُخَلِّلْ اَصَابِعَهٗ بِالْمَاءِ خَلَّلَهَا اللّٰهُ بِالنَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَفِی الْبَابِ عَنْ لَقِيْطِ بْنِ صَبْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ وَّ عُثْمَانَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ** یعنی نہیں وارد ہوئی یہ حدیث ان الفاظ سے اور وہ جو وارد ہوئی ہے وہ ہے کہ جس کو دارقطنی نے اپنی سنن میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلال کرو اپنی انگلیوں کا نہیں خلال کرے گا ان میں اللہ آگ کے ساتھ قیامت کے دن اور روایت کیا اس کو طبرانی نے حدیث وائل بن حجر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نہ خلال کرے گا اپنی انگلیوں کا پانی کے ساتھ تو خلال کرے گا اللہ تعالیٰ ان کا آگ کے ساتھ قیامت کے دن اور اس باب میں حدیثیں لقیط بن صبرہ اور

ابن عباس اور ربیع بنت معوذ اور عثمان اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں انتہیٰ اسی طرح ان دونوں میں گو الفاظ کا کچھ فرق ہے مگر مطلب دونوں کا ایک ہے۔ معترض صاحب نے دھوکا دینے کو عینی کی پوری عبارت نقل نہیں کی واہ کیا دیانت و امانت ہے آخر فریب اور دھوکے کی بات کھل گئی۔

گرش نہفتہ کنی درمیان صد چکسہ

خروز دور نشان مے دھد کہ کا فورست:

حدیث نمبر ۳:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ التَّیَامُنَ فِی کُلِّ شَیْئٍ حَتّٰی التَّنَعُّلِ وَ التَّرَجُّلِ ''تحقیق اللہ تعالیٰ داہنے طرف سے شروع کرنے کو پسند کرتے ہیں یہاں تک کہ جوتی پہننے اور کنگھا کرنے میں بھی۔'' عینی نے کہا کہ کسی شخص نے بھی اس حدیث کی ان الفاظ کے ساتھ تخریج نہیں کی۔ (الظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۱)

جواب:

عینی میں ہے هٰذَا الْحَدِیْثُ بِهٰذَ اللَّفْظِ لَمْ یُخْرِجْهُ أَحَدٌ وَلٰکِنَّ الْاَئِمَّةَ السِّتَّةَ اَخْرَجُوهُ قَرِیْبًا مِنْهُ فی کُتُبِهِمْ مِنْ حَدِیثِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ التَّیَامُنَ فِی کُلِّ شَیْئٍ حَتّٰی فِی طُهُوْرِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَشَانِهٖ کُلِّهٖ رَوَاهُ مُسْلِم وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ فِی الطَّهَارَةِ وَاَبُو دَاوُدَ فِی اللِّبَاسِ وَالْبُخَارِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ فِی الصَّلٰوةِ وَاَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ وَاَخْرَجَهُ ابْنُ حَبَّانَ وَلَفْظُهُ کَانَ یُحِبُّ التَّیَامُنَ فِیْ کُلِّ شَیْئٍ فِی وُضُوْئِهٖ حَتّٰی فِی التَّرَجُّلِ وَالانْتِعَالِ یعنی اس حدیث کو ان الفاظ سے کسی نے روایت نہیں کیا ہے لیکن چھوں اماموں نے اپنی کتابوں میں قریب اس کے روایت کی ہے حدیث مسروق سے روایت ہے عائشہؓ سے کہا

انہوں نے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوست رکھتے تھے داہنی جانب سے شروع کرنے کو ہر شی میں یہاں تک کہ اپنے وضو میں اور جوتیاں پہننے میں اور کنگھی کرنے میں اور کل حال میں اپنے۔ روایت کیا اس کو مسلم اور نسائی اور ابن ماجہ نے طہارت میں اور ابوداؤد نے لباس میں اور بخاری اور ترمذی نے صلوۃ میں اور الفاظ ان کے قریب قریب ہیں اور ابن حبان نے جو روایت کی ہے اس کے لفظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوست رکھتے تھے تیامن کو ہر بات میں وضو اپنے میں یہاں تک کہ کنگھی کرنے میں اور جوتیاں پہننے میں انتہیٰ۔ اس حدیث میں بھی غور کر لیجیے کہ خود محدثین کے الفاظ میں فرق ہے مگر معنی اور مطلب سب کا ایک ہے۔

آنکھیں جدا جدا ہیں مگر نور ایک ہے

حدیث نمبر ۴:

قَاءَ فَلَمْ يَتَوَضَّأْ ''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی پس نہیں وضو کیا'' عینی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اس کا ذکر کسی نے بھی حدیث کی کتابوں میں نہیں کیا۔

(الظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۱)

جواب:

عینی میں ہے هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيْبٌ لَا ذِكْرَ لَهُ فِيْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ وَاسْتَدَلَّ الشَّافِعِيُّ وَمَنْ تَبِعَهُ فِيمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ بِاَحَادِيثَ مِنْهَا مَا رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهُ قَاءَ فَغَسَلَ فَمَهُ فَقِيلَ لَهُ اَلاَ نَتَوَضَّأُ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ فَقَالَ هٰكَذَا الْوُضُوْءُ مِنَ الْقَيْئِ یعنی یہ حدیث غریب ہے نہیں ذکر اس کا کتب حدیث میں اور امام شافعیؒ اور ان کے مقلدوں نے اس میں کئی حدیثوں سے استدلال کیا ہے بعض ان کی وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی پس دھویا منہ اپنے کو پس کہا

گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ وضو نماز کا سا آپ کیوں نہیں کرتے فرمایا قے سے ایسا ہی وضو ہوتا ہے انتہیٰ ۔ اب غور فرمایئے کہ صاحبِ ہدایہؒ نے اگر یہ کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی اور وضو نہیں کیا اس میں کیا خلاف ہو گیا۔ بے شک اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو نہیں کیا تھا بلکہ فقط منہ دھولیا تھا جس بات میں امام شافعی کا اختلاف تھا وہ بیان کر دیا زیادہ کی کیا ضرورت تھی البتہ اگر اس کے مطلب میں دقت ہوتی تو مناسب نہ تھا اور محدثین کے نزدیک بھی تو جیسے تفصیل معنی حدیث کی جائز ہے اسی طرح مختصر حدیث بیان کرنی بھی جائز ہے امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں **وَالصَّحِیْحُ الَّذِیْ ذَھَبَ اِلَیْہِ الْجِمَاھِیْرُ وَالْمُحَقِّقُوْنَ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِیْثِ وَالْفِقْہِ وَالْاُصُولِ التَّفْصِیلُ وَجَوَازُ ذٰلِکَ مِنَ الْعَارِفِ اِذَا کَانَ مَا تَرَکَہٗ غَیْرَ مُتَعَلِّقٍ بِمَا رَوَاہُ بحیث لا یختل البیان و لا یختلف الدلالۃ بترکہ**

ترجمہ: اور صحیح مذہب جس پر جمہور اور محققین اصحاب حدیث و فقہ و اصول ہیں اس میں تفصیل ہے اور پہچاننے والے سے جائز ہے جبکہ وہ شی جس کو اس نے ترک کر دیا ہو غیر متعلق اُس سے ہو جس کو اُس نے روایت کیا ہے بایں بطور کہ بیان مختل نہ ہو جائے اور دلالت اُس کے چھوڑ دینے سے مختلف نہ ہو انتہیٰ

حدیث نمبر ۵:

لَا وَضُوْءَ عَلٰی مَنْ نَامَ قَائِمًا اَوْ قَاعِدًا اَوْ رَاکِعًا اَوْ سَاجِدًا اِنَّمَا الْوُضُوْءُ عَلٰی مَنْ نَامَ مَضْطَجِعًا فَاِنَّہٗ اِذَا نَامَ مُضْطَجِعًا اِسْتَرَخَتْ مَفَاصِلُہٗ ’’جو شخص کھڑے کھڑے سو جائے یا بیٹھ کر یا بحالت رکوع یا سجدے میں سو جائے تو اس کے لیے وضو کرنا ضروری نہیں۔ وضو کرنا صرف اس شخص پر لازم ہے جو لیٹ کر سویا ہو کیونکہ جب کوئی شخص لیٹ کر سوتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔‘‘

عینی نے کہا کہ یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ غریب ہے یعنی ان لفظوں کے ساتھ آئی ہی نہیں۔(الظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۱)

جواب:

کہا علامہ عینی نے **هذا الحديث بهذا اللفظ غريب وانما رواه ابو داؤد والترمذى من حديث ابن عباس رضى الله عنهما ولفظه اَنَّ الْوُضُوْءَ لَا يَجِبُ اِلَّا عَلٰى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا فَاِنَّهٗ اِذَا اضْطَجَعَ اِسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهٗ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ فى مسنده والطبرانى فى معجمه وابن ابى شيبة فى مصنفه والدار قطنى فى سننه وراه البيهقى فى سننه ولفظه لَا يَجِبُ الْوُضُوْءَ عَلٰى مَنْ نَّامَ جَالِسًا اَوْ قَائِمًا اَوْ سَاجِدًا حَتّٰى يَضَعَ جَنْبَهٗ فَاِنَّهٗ اِذَا اضْطَجَعَ اِسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهٗ** یعنی یہ حدیث ان الفاظ سے غریب ہے بلکہ ابو داؤد اور ترمذی نے حدیث ابن عباسؓ سے جو روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ وضو نہیں واجب ہوتا مگر اس شخص پر جو سوئے کروٹ پر لیٹ کر اس لیے کہ جب وہ لیٹ جاوے گا تو جوڑ اس کے ڈھیلے ہو جاویں گے اور روایت کیا اس کو امام احمد نے مسند اپنی میں اور طبرانی نے معجم اپنی میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف اپنی میں اور دار قطنی نے سنن اپنی میں اور روایت کیا اس کو بیہقی نے سنن اپنی میں اور لفظ اس کے یہ ہیں کہ وضو واجب نہیں اس شخص پر جو بیٹھ کر یا کھڑے ہوئے یا سجدے میں سو جاوے یہاں تک کہ رکھے پہلو اپنا کہ جب وہ لیٹ جاتا ہے کروٹ پر تو جوڑ اس کے ڈھیلے ہو جاتے ہیں انتہیٰ پس اس میں بھی صاحبِ ہدایہؒ نے بعینہٖ معنی حدیث کے ادا کیے ہیں کچھ فرق نہیں۔ الفاظ کی پابندی سے فہم مطلب کوسوں دور ہو جاتا ہے بدون مطالعہ کتب فقہاے مجتہدین کے حدیث شریف کا مطلب سمجھنا بہت مشکل ہے۔

کرو نہ نالہ موزون ہزار کی صورت
بغیر فقہ نہیں اعتبار کی صورت

حدیث نمبر ٦:

اَنّھُمَا فَرْضَانِ فِی الْجَنَابَۃِ سُنَّتَانِ فِی الْوُضُوْءِ ''یہ دونوں کام (یعنی ناک میں اور منہ میں پانی ڈالنا) غسلِ جنابت میں فرض ہیں اور وضو میں سنت ہیں۔''

عینی نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ حدیث کہاں ہے۔ (الظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۱)

جواب:

کہا علامہ عینی نے لم یذکر احد من الشراح اصل ھذا الحدیث وَإِنَّمَا قَالَ الأَتْرَازِیُ وَتَبِعَہُ الأَکْمَلُ بِدَلِیْلٍ مَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرِ بْن عَبد اللہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہُ قَالَ إِنَّھُمَا فَرَضَانِ فِی الْجَنَابَۃِ وَنَفْلَانِ فِی الْوُضُوءِ وَلَفظُ الْاَکْمَلِ سُنَّتَانِ فِی الْوُضُوْءِ وَقَالَ السُرُوجِیُّ وَأَمَّا قَوْلُ صَاحِبِ الْھِدَایَۃِ بِدَلِیلِ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ أَنَّھُمَا فَرْضَانِ فِی الْجَنَابَۃِ وَسُنَّتَانِ فِی الْوُضُوْءِ فَلَا نَعْرِفُ قلْتُ رَوَی الدَّارَ قُطْنِیُّ ثُمَّ الْبَیْھَقِیُّ فِی سُنَنَہِمَا مَا یُقَارِبُ ذٰلِکَ مِنْ حَدِیْثِ بَرَکَۃَ ابْنِ مُحَمدٍ الْحَلَبِیِّ عَنْ یُوسُفَ بْنِ اَسْبَاطٍ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَضْمَضَۃُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ لِلْجُنُبِ ثُلُثًا فَرِیْضَۃٍ وَرَوَاہُ الْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَکِ وَلَفْظُہٗ قَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم الْمَضْمَضَۃَ وَالْاِسْتِنْشَاقَ لِلْجُنُبِ ثُلُثَیْ فَرِیْضَۃٍ وَقَالَ الْبَیْھَقِیُ رَوَاہُ الثِّقَاتُ عَنْ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ مُرْسَلاً وَقَالَ الشَّیْخُ نَقِیُّ الدِّیْنِ بْنُ الْاِمَامِ وَقَدْ رُوِیَ ھٰذَا الْحَدِیْثُ مَوْصُوْلًا مِّنْ غَیْرِ حَدِیْثِ بَرَکَۃَ یعنی نہیں ذکر کی کسی نے شراح ہدایہ سے اصل اس حدیث کی ہاں اترازی اور اکمل نے کہا ہے بدلیل اس کے جو روایت کی گئی ابن عباس ؓ اور جابر بن عبداللہ ؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا جنابت میں فرض ہے اور وضو میں نفل ہے اور لفظ اکمل کے وضو میں دو سنت ہیں اور کہا سروجی نے لیکن قول صاحبِ ہدایہ ؒ کا بدلیل قول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ استنشاق اور مضمضہ جنابت میں فرض ہیں اور وضو میں سنت ہیں پس نہیں پہچانتے ہم کہتا ہوں میں دار قطنی اور بیہقی نے اپنی سنن میں اس کے قریب قریب روایت کی ہے حدیث برکہ بن محمد حلبی سے اُنہوں نے یوسف بن اسباط سے اُنہوں نے سفیان سے انہوں نے خالد حذاء سے انہوں نے ابن سیرین سے اُنہوں نے ابی ہریرہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضمضہ اور استنشاق کو واسطے جنب کے واسطے دو ثلث فرض کے ہیں اور روایت کیا اس کو حاکم نے مستدرک میں اور لفظ اس کے یہ ہیں کہا گردانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضمضہ اور استنشاق کو واسطے جنب کے دو تہائی فرض کی اور کہا بیہقی نے روایت کیا اس کو ثقات نے سفیان ثوری سے اُنہوں نے خالد حذا سے انہوں نے ابن سیرین سے مرسل اور کہا شیخ تقی الدین نے کہ روایت کی گئی یہ حدیث متصل سوائے حدیث برکہ کے انتہیٰ اب معترض صاحب کے مغالطہ اور دھوکے کو غور کرنا چاہیے کہ فقط **لا تقربوا الصلوۃ** ذکر کر دیا **و انتم سکاری** چھوڑ گئے جیسے خود حدیث میں خلط ملط کر دیتے ہیں اور حق بات چھپا لیتے ہیں ایسے ہی دوسروں پر اتہام دھرتے ہیں فقط سروجی کا قول نقل کر دیا اور علامہ عینی کی تحقیق چھوڑ گئے اگر سروجی کو یہ حدیث نہیں ملی ہے تو کیا اس سے صاحبِ ہدایہؒ پر اعتراض ہوسکتا ہے؟ بعضوں کی تلاش قاصر ہوتی ہے تو ان کو پتا نہیں لگتا دوسرے اس پر آگاہ کر دیتے ہیں مگر معترض صاحب بھی صیغہ امانت اور دیانت میں بھرتی کرنے کے قابل ہیں ایسی جگہ معترض صاحب باوجودیکہ حدیث اور قرآن میں کتمان حق پر بڑی وعید وارد ہے سب بالائے طاق رکھ دیتے ہیں امام صاحب اور حنفیہ کی برائی کو جہاں تک جھوٹ سچ ملا کے بیان کرنا ممکن ہے دریغ نہیں کرتے اور اس مغالطے کے شروع جواب میں خود لکھتے ہیں کہ عوام لوگ بھی واقف ہو جائیں اور حنفیہ کے اس دھوکے میں نہ آویں اور خود اس ٹٹی کی آڑ میں کیا کچھ گل کھلا رہے ہیں **فاعتبروا یا اولی الابصار** ایسی فریب اور دغا کی باتوں پر خدا کی مار اور رسول کی پھٹکار معترض صاحب کے ہتھکنڈوں کو یار لوگ خوب جانتے ہیں اور

ان کی بناوٹی باتوں کو خوب پہچانتے ہیں۔

کی بناوٹ بہت سی باتوں میں
پر کہیں چھپتی ہے بنائی بات

حدیث نمبر ۷:

اَلْمَاءُ طُهُوْرٌ لَا يُجَنِّسُهٗ شَيْئٌ اِلَّا مَا غَيَّرَ لَوْنَهٗ اَوْ طَعْمَهٗ اَوْ رِيْحَهٗ ''پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی الا یہ کہ اس کا رنگ بدل جائے یا اس کا ذائقہ اور بو تبدیل ہو جائے۔''

عینی نے کہا کہ یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ ثابت نہیں۔

(ہدایہ ج ۱ ص ۳۳، الظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۱)

جواب:

کہا علامہ عینی نے **لَمْ يَثْبُتْ هٰذَا الْحَدِيْثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ اِلَّا اَنَّ ابْنَ مَاجَةَ رَوَاهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يُجَنِّسُهٗ اِلَّا مَا غَلَبَ عَلٰى رِيْحِهٖ وَطَعْمِهٖ وَلَوْنِهٖ۔** یعنی نہیں ثابت ہوئی یہ حدیث ان الفاظ سے مگر ابن ماجہ نے اس کو حدیث ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی پاک ہے نہیں ناپاک کرتی اس کو کوئی شی مگر وہ چیز جو اس کی بو اور مزے اور رنگ پر غالب آجائے انتہیٰ۔ پس صاحب ہدایہؒ نے اپنی طرف سے اس حدیث کو نہیں لکھا، ابن ماجہ کی حدیث ایسے الفاظ سے بیان کی ہے کہ جس سے معنی میں بالکل تغیر نہیں ہوا البتہ لفظ متغیر لایا ہے۔

حدیث نمبر ۸:

عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ فِى الْفَارَةِ اِذَا مَاتَتْ فِى الْبِئْرِ وَاُخْرِجَتْ مِنْ سَاعَتِهٖ يُنْزَحُ مِنْهَا

عِشْرُوْنَ دَلْوًا ''حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ آپ نے چوہیا کے بارے میں فرمایا اگر وہ کنویں میں مرجائے تو اسی وقت اسے باہر نکال دیا جائے تو اس کنویں میں سے پانی کے بیس ڈول نکالے جائیں۔''

عینی نے کہا کہ مشہور کتابوں میں اس حدیث کا ذکر تک نہیں ہے۔(شرح عینی)

(الظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۱)

جواب:

کہا علامہ عینی نے لَمْ یُذْکَرْ ھٰذَا فِیْ کُتُبِ الْاَحَادِیْثِ الْمَشْھُوْرَۃِ غَیْرَ اَنَّ السَّفْنَانِیَّ ذَکَرَ فِیْ شَرْحِہٖ رَوَاہُ اَبُوْ عَلِیِّ الْحَافِظُ السَّمَرْقَنْدِیُّ بِاِسْنَادِہٖ وَلٰکِنْ فِیْہِ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ اِلٰی اٰخِرِہٖ وَتَبِعَہُ الْاَکْمَلُ فِیْ ذٰلِکَ حَیْثُ نَقَلَہٗ فِیْ شَرْحِہٖ ھٰکَذَا وَقَالَ صَاحِبُ الدِّرَایَۃِ کَذَا اَمَرَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بِذٰلِکَ فِیْ رِوَایَۃِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یعنی نہیں مذکور ہے یہ حدیث، حدیث کی مشہور کتابوں میں مگر سفنانی نے اس کو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ ابوعلی حافظ سمرقندی نے اس کو مع اسناد روایت کیا ہے لیکن اس میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الخ اور علامہ اکمل نے اس میں ان کی اتباع کی ہے اس لیے کہ اس کو اپنی شرح میں اسی طرح نقل کیا ہے اور کہا صاحب درایہ نے اسی طرح حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ اس کے روایت انس رضی اللہ عنہ میں انتہیٰ۔ اب غور کرنا چاہیے کہ معترض صاحب نے اول جملہ کو لکھا اور بعد کی عبارت جس سے اُس حدیث کا پتا لگتا تھا چھوڑ گئے مصنف نے تو بھلا کسی شبہ سے موقوف ہی بیان کی تھی حالانکہ مرفوع روایت موجود ہے۔

حدیث نمبر ۹:

حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ و سلم وَضَعَ یَدَیْہِ عَلٰی خُفَّیْہِ وَمَدَّھُمَا مِنَ الْأَصَابِعِ اِلٰی اَعْلَاھُمَا مَسْحَۃً وَّاحِدَۃً وَّ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَثَرِ الْمَسْحِ عَلٰی

خُفِّ رَسُولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم خُطُوطًا بِالْاَصَابِعِ

’’یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اپنے موزوں پر رکھے اور انگلیوں سے مسح کرتے ہوئے ایک ہی بار انہیں اوپر تک لے آئے اور میں ایسے محسوس کرتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے پر مسح کا نشان دیکھ رہا ہوں جو انگلیوں کی وجہ سے خطوط بن گئے تھے۔‘‘

عینی نے کہا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس طریق سے وارد نہیں ہوئی۔

(شرح عینی، ہدایہ کتاب الطہارات باب المسح علی الخفین ج ۱، ص ۵۷، ۵۸، الظفر المبین حصہ اول، ص ۲۵۲)

جواب:

کہا علامہ عینی نے **قُلْتُ حَدِیثُ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ لَمْ یُرْوَ عَلٰی ھٰذَا الْوَجْہِ وَاِنَّمَا رَوَاہُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ فِیْ مُصَنَّفِہٖ حَدَّثَنَا الْحُسَیْنُ عَنْ اَبِیْ عَامِرٍ بِالْجَزَارِ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ جَاءَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰی خُفَّیْہِ وَوَضَعَ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی خُفِّہِ الْیُمْنٰی وَیَدَہُ الْیُسْرٰی عَلٰی خُفِّہِ الْاَیْسَرِ ثُمَّ مَسَحَ اَعْلَاھُمَا مَسْحَۃً وَاحِدَۃً حَتّٰی کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْخُفَّیْنِ** یعنی میں کہتا ہوں کہ حدیث مغیرہ اس طرح نہیں روایت کی گئی بلکہ ابن ابی شیبہؒ نے اپنی مصنف میں اس کو مغیرہ بن شعبہؓ سے یوں روایت کی ہے کہا انہوں نے دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ پیشاب کیا پھر آ کر وضو کیا اور دونوں موزوں پر مسح کیا اور داہنے ہاتھ کو اپنے موزے پر رکھا اور بائیں کو بائیں موزے پر پھر مسح کیا اور خفّین کے ایک بار گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں انگلیوں کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر موزوں کے انتہیٰ۔ پس جو مطلب اس حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کا فقط مسح کے بیان میں تھا اس کو صاحب ہدایہؒ نے ویسے ہی بیان کیا ہے اور اس محل مسح میں چونکہ اور

حدیث کی ضرورت نہ تھی اس کو چھوڑ دیا اس کو محدثین اور فقہاء سب جائز رکھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث چہارم کے جواب میں شارح مسلم کی عبارت ہم نے نقل کر دی ہے۔

حدیث نمبر ۱۰:

قال علیه السلام حُتِّيْهِ ثُمَّ اقْرُصِيْهِ ثُمَّ اغْسِلِيْهِ بِالْمَاءِ وَلَا يَضُرُّكِ اَثَرُهٗ۔ ''نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے کھرچ پھر انگلیوں سے مل بعد ازاں پانی سے دھو ڈال، اس کا نشان تیرے لیے ضرررساں نہیں۔''

عینی نے کہا یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ روایت نہیں کی گئی۔ (شرح عینی)

(هدايه كتاب الطهارات باب الانجاس و تطهيرها ج ا، ص ۷۱، الظفر المبين حصہ اول ص ۲۵۲)

جواب:

کہا علامہ عینی نے **هٰذَا لَهٗ اَصْلٌ فِي الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ وَلٰكِنْ مَّا رُوِيَ بهذا اللفظِ وَرَوَى الْاَئِمَّةُ السِّتَّةُ فِيْ كُتُبِهِمْ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنِ امْرَأَتِهٖ بِنْتِ الْمُنْذِرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ جَدَّتِهٖ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تعالى عنهُمْ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَاَةٌ الى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِحْدَانَا يُصِيبُ ثَوْبَهَا مِنْ دَمِ الْحِيضَةِ كَيْفَ تُصْنَعُ بِهٖ قَالَ تَحُتُّهٗ ثُمَّ تَقْرُصُهٗ ثُمَّ تَنْضَحُهٗ ثُمَّ تُصَلِّيْ فِيهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوٗدَ حُتِّيْهِ ثُمَّ اقْرُصِيْهِ بِالْمَاءِ ثُمَّ انْضَحِيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ وَاِنْ رَأَتْ دَمًا فَلْتَقْرُصْهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الْمَاءِ وَلْتَنْضَحْ مَا لَمْ يُرَ وَتُصَلِّيْ فِيهِ وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهٖ وَرَوَاهُ الإِمَامُ أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْجَارُوْدِ فِي كِتَابِ الْمُنْتَقٰى وَفِي رِوَايَتِهٖ حُتِّيْهِ وَاقْرُصِيْهِ بِالْمَاءِ وَاغْسِلِيْهِ وَصَلِّيْ فِيهِ وَرَشِّيْهِ بِالْمَاءِ** یعنی اس حدیث کی اصل صحیح حدیث میں ہے لیکن اس لفظ سے روایت نہیں کی گئی اور روایت کیا ہے ائمہ ستہ نے اپنی کتابوں میں اور الفاظ مسلم کے ہیں حدیث ہشام بن عروہ سے کہا اسماء بنت ابوبکرؓ نے آئی

ایک عورت طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس عرض کیا کہ ہم میں سے کسی کے کپڑے پر خون حیض کا لگ جاتا ہے کیا کرے فرمایا اس کو کھرچ ڈالے پھر ملے پھر اس کو دھوڈالے پھر اس سے نماز پڑھ لے اور ایک روایت میں ابوداؤد کی ہے کھرچ تو اس کو پھر پانی سے مل اس کو پھر دو اس کو تو ایک روایت میں ابوداؤد کی ہے اگر وہ خون دیکھے پس چاہیے کہ کچھ پانی سے اس کو ملے اور چاہیے کہ دھوئے اس کو جب تک اثر اس کا معلوم نہ ہو اور نماز پڑھے۔ اُس سے اور روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور روایت کیا اس کو امام ابو محمد نے کتاب المنتقٰی میں اور ان کی روایت میں ہے چھیل تو اس کو اور مل تو اس کو پانی سے اور دھو تو اس کو اور نماز پڑھ اس سے اور اس پر پانی چھڑک دے انتہٰی۔ پس غور کیجیے کہ صاحب ہدایہؒ نے وہی مضمون بعینہٖ ادا کیا ہے مگر معترض صاحب فقط ایک ہی ٹکڑے پر اکتفا کر کے باقی کو چھوڑ گئے۔

حدیث نمبر ۱۱:

لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعَائِشَةَ فَاغْسِلِيْهِ اِنْ كَانَ رَطْبًا وَ افْرِكِيْهِ اِنْ كَانَ يَابِسًا۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مادہ منویہ اگر گیلا ہو تو (کپڑے کو) دھو ڈال اور اگر خشک ہو گیا ہو تو اسے مل کر اور رگڑ کر کھرچ دے۔''

عینی نے کہا یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ غریب ہے یعنی ان لفظوں کے ساتھ آئی ہی نہیں۔ (شرح عینی) (ہدایہ کتاب الطہارات باب الانجاس وتطہیرہا ج۱، ص ۷۳)

(الظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۲)

جواب:

کہا علامہ عینی نے هٰذا الحديث بهذا اللفظ غَرِيْبٌ وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي التَّحْقِيْقِ وَالْحَنَفِيَّةُ يَحْتَجُّوْنَ عَلٰى نَجَاسَةِ الْمَنِيِّ بِحَدِيْثٍ رَوَوْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لِعَائشةَ اِغْسِلِيْهِ اِنْ كَانَ رَطْبًا وَافْرُكِيْهِ اِنْ كَانَ يَابِسًا قَالَ وَهٰذَا

حَدِيْثٌ لَا يُعْرَفُ وَاِنَّمَا رُوِیَ نَحْوَہٗ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ قُلْتُ عَدَمُ الْمَعْرِفَةِ مِنْهُ أَوْ مِنْ غَيْرِہٖ لَا يَسْتَلْزِمُ نَفْیَ مَعْرِفَةِ غَيْرِہٖ مَعَ اَنَّ اَصْلَ الْحَدِيْثِ فِی الصِّحَاحِ وَقَدْ رَوٰی مُسْلِمٌ وَالْاَرْبَعَةُ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنتُ أَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم فَيَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوةِ وَاِنَّ بَقَعَ الْمَاءِ فِیْ ثَوْبِهٖ وَقَالَتْ اَيْضًا كُنتُ اَفْرُكُ الْمَنِیَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُصَلِّیْ فِيْهِ اَخْرَجَهٗ مُسْلِمٌ وَاَبُو دَاوٗدَ وَرَوَی الدَّارَ قُطْنِیُّ وَالْبَيْهِقِیُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُ الْمَنِیَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ رَطْبًا وَاَفْرُكُهٗ اِذَا كَانَ يَابِسًا یعنی یہ حدیث ان الفاظ سے غریب ہے اور کہا ابن جوزی نے کہ حنفیہ حجت پکڑتے ہیں منی کے ناپاک ہونے پر اس حدیث سے کہ روایت کیا ہے اس کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یعنی یہ کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دھو تم اس کو اگر ہو تر اور کھرچ ڈالو اس کو اگر ہو خشک اور یہ حدیث نہیں پہچانی جاتی ہے بلکہ مثل اس کے حدیث عائشہؓ سے مروی ہے میں کہتا ہوں کہ ابن جوزی وغیرہ کا نہ پہچاننا اس کو لازم نہیں کہ دوسرا بھی نہ پہچانے حالانکہ اصل اس حدیث کی صحاح میں موجود ہے اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابوداؤد نے حدیث عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ میں ناپاکی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھویا کرتی تھی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تشریف لے جاتے اور دھبے پانی کے کپڑے میں ہوتے اور یہ بھی کہا انہوں نے کہ میں منی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے ملا کرتی تھی پس اس سے نماز پڑھتے تھے روایت کیا اس کو مسلم اور ابوداؤد نے اور روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے عائشہؓ سے کہ میں منی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھوتی تھی جب وہ تر ہوتی اور مل ڈالتی اس کو اگر وہ خشک ہوتی انتہیٰ۔ اور علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں اسی مقام پر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دھونے کا حکم دیا ہو اس کو اللہ جانے مگر ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جانتے

تھے خصوصاً اس وقت میں جب یہ فعل حضرت عائشہؓ کا مکرر ہوا باوجود التفات کرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے طہارت ثوب کی طرف اور تفحص کرنے حال اس کے سے اور ظاہر تر اس سے یہ قول عائشہؓ کا ہے کہ میں دھوتی تھی اس کو کپڑے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس نماز کے واسطے تشریف لے جاتے اور اثر پانی کا کپڑے میں ہوتا کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے کی تری محسوس ہوتی ہوگی اور یہ سبب التفات کا ہے طرف حال ثوب کے اور تفحص کا خبر اس کی سے اور اس وقت سبب اس کا ظاہر ہوتا ہوگا اور اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا پس اگر وہ کپڑا پاک ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے تلف کرنے سے بلاضرورت منع فرما دیتے اس لیے کہ اس وقت پانی کا اسراف لازم آتا ہے کیونکہ اسراف بلا حاجت پانی کے صرف کو کہتے ہیں اور حضرت عائشہؓ کو بھی بلا ضرورت دھونے کی تکلیف دینی ہے علاوہ اس کے مسلم میں عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منی کو دھویا کرتے پھر نماز کو تشریف لے جاتے اسی کپڑے سے اور میں اثر دھونے کا اس کپڑے میں دیکھتی تھی پس اگر اس کو منی حقیقی پر محمول کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بذات خاص اس کو دھوتے تھے تو ظاہر ہے یا مجاز پر محمول ہو بایں طور کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کا حکم دیا پس وہ آپ کے علم پر متفرع ہے انتہیٰ۔

حدیث نمبر ۱۲:

زَکٰوۃُ الْاَرْضِ یَبْسُھَا ''زمین کی پاکی اس کا سوکھ جانا ہے۔''

عینی نے کہا کہ اس کی اسناد کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچائی یعنی یہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔ اسی طرح شیخ ابن طاہر حنفی نے تذکرہ میں لکھا ہے۔ (شرح عینی)

(ہدایہ کتاب الطہارات باب الانجاس وتطہیرہا ج:۱، ص ۷۴) (الظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۲)

جواب:

کہا علامہ عینی نے کہ اس حدیث کو کسی نے مرفوع نہیں بیان کیا بلکہ اس کو ابو جعفر محمد بن علی سے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے فرمایا انہوں نے پاکی زمین کی خشک ہونا اس کا ہے اور محمد ابن الحنفیہ اور ابو قلابہ سے روایت کی ہے کہا اُنھوں نے جب خشک ہو جاوے زمین پس وہ پاک ہو جاتی ہے اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کی ہے کہ ابو قلابہؓ نے فرمایا خشک ہونا زمین کا پاکی اس کی ہے اور اسرار میں ہے کہ یہ حدیث عائشہؓ پر موقوف ہے اور محمد بن حنفیہ مدینے کے فقہائے تابعین سے ہیں اور ان سے روایت کی گئی ہے کہ کہا انہوں نے حسنؓ اور حسینؓ مجھ سے بہتر ہیں اور میں اپنے والد کی حدیث ان دونوں سے زیادہ جانتا ہوں اور یہ اس وجہ سے کہ جب صحابہؓ نے ان کو سب میں سے فتویٰ دینے پر قائم کیا تو وہ مثل ایک صحابیؓ کے بوجہ تقریر ان کی کے ہوئے جیسے کہ کوئی فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت کیا پس جب ان سے یہ روایت کی گئی کہ طہارت زمین کی خشک ہونا اس کا ہے اور سوائے ان کے کسی سے خلاف اس کے مروی نہیں ہوا تو اس پر سب کا اجماع ہو گیا خصوصاً اس وقت کہ ان کی موافقت ابو جعفر محمد بن علیؓ اور ابو قلابہؓ اور عائشہؓ نے بھی کی ہے اور علاوہ اس کے اصحاب ہمارے اس مسئلے میں استدلال لائے ہیں اس حدیث سے جس کو ابوداؤد اور احمد بن صالح نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے فرمایا انہوں نے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد میں سویا کرتے تھے اور میں نوجوان مجرد تھا پس کتے پیشاب کرتے تھے اور آتے جاتے تھے مسجد میں پس صحابہؓ اس پر پانی نہیں ڈالتے تھے اور اس حدیث کو ابوبکر بن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بھی روایت کیا ہے انتہیٰ اور ابوداؤد نے اس حدیث کو باب طَھُوْرُ الْاَرْضِ اِذَا يَبِسَتْ میں لکھا ہے یعنی اس باب میں اور حدیث مذکور ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے پس جب اس حدیث کی اس قدر سند پہنچ گئی

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں تقریر ثابت ہوئی اور صحابہؓ کا بھی اجماع معلوم ہو گیا تو اب صاحبِ ہدایہؒ سے جو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منقول ہے اس سے ان پر ہرگز اعتراض نہیں ہوسکتا اس لیے کہ تقریر حکم میں قول ہی کے ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو کہیں سے یہ قول ثابت ہو گیا ہو اور شراح کی نظر سے نہ گزرا ہو یا قول اور تقریر ان کے نزدیک ایک شی ہو ایک کو دوسرے سے تعبیر کرنا جائز جانتے ہوں علاوہ اس کے جس مسئلے میں انہوں نے یہ حجت بیان کی ہے وہ مسئلہ بلا ریب اتنی حدیثوں سے ثابت ہو گیا معترض صاحب کو مسائل سے غرض ہے اگر کوئی محدثین کی اصطلاح کے خلاف کر لے تو کچھ چنداں عیب نہیں خصوصاً ایسا محقق جس کے احادیث کی تخریج سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث میں وہ بڑا تبحر اور کمال رکھتے تھے مگر غالباً فقط اپنی یاد پر اعتماد کر کے اس حدیث کو نقل کر دیتے تھے اسی واسطے بعض الفاظ میں فرق ہو گیا ہے سو اس کا کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ اور محدثین بھی اس کو جائز رکھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳:

مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْاَلْوَقْتَيْنِ وَقْتٌ لَکَ وَلِاُمَّتِکَ ''یعنی جبرائیلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان دونوں وقتوں کے مابین تیری اور تیری امت کی نماز کا وقت ہے۔''

عینی نے کہا کہ اس حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ کسی نے بھی روایت نہیں کیا۔ (شرح عینی) (ہدایہ کتاب الصلاۃ باب المواقیت ج۱، ص۸۱) (الظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۲)

جواب:

کہا علامہ عینی نے **وَقَدْ مَرَّ اَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ اَخْرَجَهٗ جَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ هٰذَا اللَّفْظُ بِهٰذِهِ الْعِبَارَةِ فَعِبَارَةُ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْوَقْتُ فِيْمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ وَعِبَارَةُ حَدِيْثِ جَابِرٍ مَّا بَيْنَ هٰذَيْنِ وَقْتٌ كُلُّهٗ وَعِبَارَةُ حَدِيْثِ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ وَقْتُ صَلٰوةٍ وَعِبَارَةُ**

حَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مَا بَیْنَ ھٰذَیْنِ وَقْتٌ بِدُوْنِ لَفْظِ کُلُّہٗ مِمَّا فِیْ حَدِیْثِ جَابِرٍ یعنی تحقیق بیان ہو چکا کہ اس حدیث کو ایک جماعت صحابہؓ نے روایت کیا ہے اور کسی کی حدیث میں یہ لفظ اس عبارت سے نہیں پس عبارت حدیث ابن عباسؓ کی یہ ہے کہ وقت نماز کا درمیان ان دو وقتوں کے ہے اور عبارت حدیث جابرؓ کی یہ ہے کہ ان دونوں وقت کے درمیان میں کل وقت ہے اور عبارت حدیث ابو مسعود انصاریؓ کی یہ ہے کہ کہا جبرئیل علیہ السلام نے ان دونوں کے درمیان میں وقت نماز کا ہے اور عبارت حدیث ابو ہریرہؓ کی یہ ہے کہ درمیان ان دونوں وقتوں کے وقت ہے بدون لفظ کل کے جو حدیث جابرؓ میں تھا انتہیٰ۔ پس اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ فقط لفظوں کا فرق ہے معنی میں کچھ فرق نہیں ایسا فرق خود حدیث ہی میں موجود ہے اس کو محل اعتراض ٹھہرانا احادیث پر اعتراض کرنا ہے کہ راویوں نے الفاظ کو کیوں بدلا آخر جبرئیل علیہ السلام نے تو الفاظ معین خاص ہی فرمائے ہوں گے غرض الفاظ میں گفتگو کرنی نادانوں کا کام ہے البتہ قرآن کی آیت کو اگر صاحبِ ہدایہ اور لفظ سے بیان کر دیتے تو اعتراض بجا تھا۔

حدیث نمبر ۱۴:

لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامِ اٰخِرُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ اِذَا اسْوَدَّ الْاُفُقُ۔ ''رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا نماز مغرب کا آخری وقت وہ ہے جب افق پر تاریکی پھیل جائے۔''

عینی نے کہا کہ یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ غریب ہے اور اس طریق سے روایت نہیں ہوئی۔ (شرح عینی) (ہدایہ کتاب الصلاۃ باب المواقیت ج۱، ص ۸۲) (الظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۲)

جواب:

کہا علامہ عینی نے ھذا الحدیث بِھٰذَا اللَّفْظِ غَرِیبٌ لَمْ یُرْوَ ھٰکَذَا وَ إِنَّمَا رَوٰی اَبُو داؤد اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ اَخْبَرَنِیْ بِوَقْتِ الصَّلٰوۃِ

الْحَدِیثَ وَ فِیهِ یُصَلِّی الْعِشَاءَ حِینَ اسْوَدَّ الاُفُقُ وَرَوَاهُ ابْنُ حَبَّانَ فِی صَحِیحِهٖ۔ یعنی یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہے اس طور سے روایت نہیں کی گئی بلکہ ابوداؤد نے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور وقت نماز کی مجھ کو خبر دی الخ اور اس حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے عشاء کی جس وقت کنارہ آسمان سیاہ ہو جاتا اور روایت کیا اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں انتہیٰ۔

حدیث نمبر ۱۵:

لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاٰخِرُ وَقْتِ الْعِشَاءِ حِیْنَ لَمْ یَطْلِعِ الْفَجْرُ۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز عشاء کا آخری وقت وہ ہے جب فجر طلوع نہ ہوئی ہو۔''

عینی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ یہ حدیث اس عبارت کے ساتھ وارد نہیں ہوئی۔ (شرح عینی) (ہدایہ کتاب الصلاۃ بان المواقیت ج ۱،ص ۸۲) (الظفر المبین حصہ اول ص ۲۵۲)

جواب:

کہا علامہ عینی نے کہ یہ حدیث اس عبارت سے وارد نہیں ہوئی اور یہ غریب ہے اور مبسوط میں ہے کہ ابو ہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر وقت عشاء کا وقت طلوع فجر ثانی کے ہے اور تعجب اکثر شراح سے یہ ہے کہ وہ اس حدیث سے استدلال لاتے ہیں اور اس کی روایت کو ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ اسناد صحیح نہیں ہے اور امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں اس مقام پر عمدہ کلام بیان کیا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ کہا انہوں نے مجموع احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخر وقت عشاء کا طلوع فجر تک ہے اور یہ اس لیے کہ ابن عباسؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ اور ابوسعید خدریؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی تہائی رات تک تاخیر کی اور ابو ہریرہؓ اور انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آدھی رات تک تاخیر کی

اور ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہاں تک موخر کیا کہ دو تہائی رات چلی گئی اور عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کو یہاں تک دیر کی کہ کل رات چلی گئی اور یہ تمام روایتیں صحیح حدیثوں کی ہیں کہا امام طحاویؒ نے پس ثابت ہوا اس سے کہ کل رات وقت عشاء ہے لیکن تین وقتوں پر پس وقت شروع عشا سے تہائی رات تک افضل وقت ہے اور بعد اس کے نصف شب تک اس سے فضیلت میں کم ہے اور بعد نصف رات کے اس سے بھی کم ہے انتہیٰ اب جاننا چاہیے کہ معترض صاحب مغالطے کی یہاں سب قلعی کھل گئی اور وہ مسائل احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گئے بلکہ بہت حدیثیں جو علامہ عینی نے ان مسائل کی تائید میں لکھی ہیں ان کو ہم نے بوجہ اختصار نقل نہیں کیا ہے اور فقط صاحبِ ہدایہؒ کی احادیث کا پتا بتلا دیا ہے تا کہ عوام ظاہر یہ کے دھوکے اور فریب میں نہ آجاویں ورنہ احادیث اور بھی عینی اور فتح القدیر میں موجود ہیں ایسی حدیثوں کا نام جن میں فرق الفاظ ہو معترض صاحب نے موضوع رکھا ہے اگر موضوع ہوتیں تو علامہ عینی اور امام ابن ہمام ضرور تصریح کر دیتے۔

☆......☆......☆